امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 محرم الحرام 1436ھ بمطابق نومبر 2014ء شمارہ 9

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

نااہل صدر اور قیدی مجاہدین

اَمن مُعاہدہ اور اُس کے نقصانات

شریعت کا نفاذ امارت اسلامیہ کی سب سے بڑی کامیابی

کابل کی فتح جنگی تاریخ کا انوکھا کارنامہ

جہاد امت کی بقاء اور عظمت کا ضامن

ترک صدارتی انتخابات اور اردوان کی کامیابی

معاہدے کے بعد افغانستان میں امریکا کے قیام سے افغانستان طویل سیاسی غیر استحکام کا شکار ہو جائے گا۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان سے گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ مامن مومن یغرس غرسا اویزرع زرعا فیاکل منہ طیر اوانسان اوبھیمۃ الاکان لہ صدقۃ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صاحب ایمان بندہ درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس میں سے پرندے کھائیں یا آدمی یا کوئی جانور تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہو گا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک میں باغبانی اور کاشتکاری کے لئے جن پر انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کا دارومدار ہے، کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی ہے۔ باغات لگانے والوں اور کاشتکاری کرنے والوں کے لئے اس میں عظیم بشارت ہے کہ اگر کوئی آدمی یا چلتا پھرتا جانور یا اڑتا ہوا پرندہ ان کے درخت کا پھل یا کھیت کے دانے کھائے تو باغ والے اور کھیت والے بندے کو فی سبیل اللہ صدقہ کا ثواب ہو گا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماهنامه

شریعت

جلد 3 محرم الحرام 1436ھ بمطابق نومبر 2014 شمارہ 9

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

رابطہ کے لیے برقی پتہ:

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:

www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زرتعاون: 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک..........40ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات..........30ڈالر

بنگلہ دیش..........28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند	2
2	شہید ملا عبدالرحمٰن اخند: ایک مہم جو شخصیت	4
3	دولت اسلامیہ کے خلاف نیا فوجی اتحاد اور اس جنگ کا انجام	7
4	امن معاہدہ اور اس کے نقصانات	9
5	تیرہ سالہ جارحیت کے بعد	15
6	معاہدے کے نام پر کس طرح استفادہ کیا گیا	16
7	تحریک اسلامی طالبان افغانستان کی خصوصیات	17
8	آپ نے اعتراف کیا ہے!	19
9	کابل کی فتح: جنگی تاریخ کا انوکھا کارنامہ	21
10	اُف! یہ قوم فروشی	22
11	اشرف غنی کے خلاف جاگنا ہوگا	23
12	دو کٹھ پتلیاں	24
13	نااہل صدر اور قیدی مجاہدین	25
14	شریعت کا نفاذ امارت اسلامیہ کی سب سے بڑی کامیابی	26
15	جہاد امت کی بقاء اور عظمت کا ضامن	28
16	امارت اسلامیہ کے ترجمان سے گفتگو	31
17	ترک صدارتی انتخابات اور اردوان کی کامیابی	37
18	افغانستان ستمبر 2014 میں	40
19	جنگی جرائم برائے ستمبر 2014	43
20	ذی الحجۃ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

ڈیزائننگ : مولوی محمد فاروق

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

انتخابی مہم کے دوران اپنے جلسوں اور میڈیا سے گفتگو کے دوران مغرب سے اظہار وفا اور امریکہ کی تائید و سرپرستی حاصل کرنے کے لئے اشرف غنی احمد زئی اور عبد اللہ عبد اللہ دونوں کہا کرتے تھے کہ "اگر میں افغانستان کا صدر بنا تو امریکہ کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ کروں گا" اور پھر انہوں نے وہی کیا جو کہا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے حکمران بننے کی صورت میں یہ بدنام زمانہ معاہدہ یقینی تھا لیکن عمومی خیال یہ کیا جارہا تھا کہ اس کے لئے افغان حکمران امریکہ کے سامنے کچھ شرائط رکھ کر مفادات کے حصول کو یقینی بنانے کے بعد اس معاہدہ پر دستخط کئے جائیں گے، لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ افغان حکومت نے بغیر کسی شرط و قید کے بڑی سرعت کے ساتھ اس معاہدہ پر دستخط کرکے یہ بدنام زمانہ معاہدہ کرلیا، جس سے واقعی لوگ بڑے حیران ہوئے اور بے اختیار زبان سے نکلا

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند۔

امریکی ارادوں اور خواہش کے عین مطابق اشرف غنی اور عبد اللہ کی مشترکہ حکومت بننے کے دوسرے روز یعنی 30 ستمبر کو بند آنکھوں سٹریٹجک معاہدہ کے نام پر ایوان صدر میں امریکی سفیر "جیمز کننگم" اور قومی سلامتی کونسل کے مشیر "حنیف اتمر" کے مابین طے پایا جس کی رو سے افغانستان امریکہ کا ایک "غلام ریاست متصور ہو گا۔

دین، سرزمین وطن اور آزادی پر مرمٹنے والا وطن عزیز کا ہر وفادار فرزند امریکہ کے ساتھ ہونے والے اس معاہدہ کو ملت و تاریخ کے سامنے ناقابل معافی جرم و خیانت سمجھتا ہے اور اسے وطن عزیز کے لئے ایسی بدبختی کا سبب سمجھتا ہے جس سے آنے والی افغان نسلیں بری طرح متاثر ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ ہر افغانی اس معاہدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے سخت الفاظ میں اس کی مذمت کرتا ہے۔

ہر سمجھدار شخص جانتا ہے کہ غاصب امریکہ نے پہلے ماحول کو خراب کیا اور پھر صرف ایک نہیں، بلکہ اشرف غنی کے کامیاب ٹھہرانے اور عبد اللہ کے لئے "چیف ایگزیکٹیو" کے نام سے نیا منصب ایجاد کرکے اس لئے دونوں کو حکمران بنادیا کہ افغانستان میں یہی دو افراد اس کے پسندیدہ اور معتمد ترین لوگوں میں سے تھے، امریکہ دونوں کی وفاداری سے مطمئن تھا، اسے یقین تھا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک امریکی ارادوں اور آنکھ کے اشاروں کو سمجھنے والا ہے، اس کے ہر حکم کو بلا چوں وچرا خندہ پیشانی سے بجالانے والا ہے، اس کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں مکمل تعاون کرنے والا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں پر امریکہ کے بہت بڑے احسانات بھی ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ امریکہ اس بات سے خائف تھا کہ اگر اقتدار کے ان دو بھوکوں میں سے ایک بھی اقتدار سے دور رہا تو اس کے لئے سٹریٹجک معاہدہ میں مشکلات پیدا کرسکتا ہے اس لئے اس نے دونوں کو ایک ہی ہڈی پر راضی کرلیا تاکہ سب کٹھ پتلی افغانستان سمیت پورے خطے میں امریکی مفادات اور مقررہ اہداف کے حصول میں درپیش چیلنجز کا بھر پور مقابلہ کرسکیں۔

جی ہاں! ملت کے وفادار فرزندوں کی بھاری اکثریت کی ناراضگی اور مخالفت کے باوجود اس معاہدہ کو افغان قوم پر مسلط کرنے سے اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ امریکہ باوجودیکہ جنگی میدان میں مجاہدین سے شکست کھاچکا ہے اور آمنے سامنے جنگ کی قوت کھوچکا ہے اسی وجہ سے تو وہ

میدان جنگ سے فرار ہو کر اپنے بڑے مراکز تک محدود ہوتا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ افغانستان میں اپنے لئے دائمی اڈے قائم کرنے کی شدید خواہش رکھتا ہے تاکہ افغانستان کی جغرافیائی اہمیت سے فائدہ اٹھاکر وہ خطے میں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے کوششیں، خطے کی نگرانی اور جاسوسی، پورے خطے میں اپنے استعماری منصوبوں پر عمل درآمد کرسکے اور خطے کے ممالک کے بیچ نفرت اور دشمنی کا بیج بوسکے۔

اگرچہ خطے کے تمام خصوصاً پڑوسی ممالک کھلم کھلا اس معاہدہ کی مخالفت کی ہمت اور جرات نہیں کرسکیں گے لیکن وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی نہیں بیٹھیں گے بلکہ اس پر اپنے خاموش رد عمل کا اظہار ضرور کریں گے۔ ہمارا جنگ زدہ مظلوم ملک علاقائی شورشوں اور طویل المدت کشمکش میں تبدیل ہو کر رہ جائے گا اور افغان قوم ناقابل تلافی نقصان اور مسائل سے دوچار ہو جائے گی۔

رہی یہ بات کہ آیا امریکہ اس معاہدہ میں کئے جانے والے اپنے وعدے وفا کرے گا؟ تو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ امریکا کی سرشت میں وفا نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں، اس کی پوری تاریخ بدمعاشی، دھونس دھاندلی، فراڈ اور دھوکہ سے بھری پڑی ہے۔ اس لئے اس سے کئے گئے وعدوں کی پاسداری کی امید عام افغانی تو درکنار اس کے اپنے کٹھ پتلی بھی نہیں رکھ سکتے، البتہ اشرف غنی اور عبداللہ کی طرف سے اس معاہدہ کے حرف حرف کی پاسداری لازمی ہوگی، جس کی بدولت افغانستان میں باقی رہ جانے والے امریکی فوجی افغانستان کے ہر قانون سے آزاد ہونے کی وجہ سے کھلے ہاتھوں افغانوں کی قتل عام کریں گے، ان کی چادرو چاردیواری کی عزت کو پامال کریں گے، اپنے اڈوں میں قیدی بناکر رکھیں گے لیکن افغانی اور افغانستان کے قوانین ان کا کوئی محاکمہ نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی کوئی اور افغانوں کی آہ وبکا سنے گا اور اگر کوئی سن بھی لے تو کیا فائدہ؟ کہ کشمیر، بوسنیا، فلسطین، چیچنیا، برما اور وسطی افریقہ میں مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم پوری دنیا کے سامنے سورج کی طرح واضح ہیں اور جن میں مقتولین اور معذورین کی تعداد خود اقوام متحدہ اور مغربی میڈیا سے کئی بار نشر ہوا ہے، کس نے ان کے حق میں آواز اٹھائی ہے، اور کون ہے جس نے ان ظالموں کے ہاتھ کو روکنے کی کوشش کی ہے؟

کون ہے جو افغانستان اور عراق میں گذشتہ تیرہ برس سے جاری جارحیت اور ظلم کی انتہا کرنے والی مغربی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس ظلم و سربریت کی وجہ پوچھ سکے؟

الحمدللہ! مسلم نوجوان ہیں کہ اپنے بہن بھائیوں پر ڈھائے جانے والے ہر ظلم کا بدلہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وحشی دشمن صرف طاقت اور زور کی زبان سمجھتا ہے، بے بسی کے آنسو اور کمزور کی آہ وبکا دشمن پر کوئی اثر نہیں کرتی۔

امریکہ اور امریکی کاسہ لیسوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ عرصہ ہوا غفلت کا زمانہ گزر چکا ہے، ملت کے وفادار سپوت اپنی دینی، ملی اور قومی ذمہ داریوں سے غافل نہیں، ان حساس حالات کی نزاکت سے مکمل آگاہ ہیں، امریکی عزائم اور مذموم مقاصد سے پوری طرح باخبر ہیں اسی لئے وہ امریکہ کے برے عزائم اور مذموم اہداف کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ پوری قوم ایک آواز پر ان کے ارادوں کو خاک میں ملادے گی کیونکہ ان سب کو یقین ہے کہ اگر ہم نے ذرا بھی غفلت کا مظاہرہ کیا تو آنے والی نسلیں اور تاریخ ہمیں کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔

یہ اب امریکہ پر منحصر ہے کہ وہ معاہدوں سے دل کو تسلی دے کر اپنے لاڈلے فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے یا حقائق کا ادراک کرتے ہوئے افغانستان سے دبے پاؤں نکل کر سکون کا سانس لیتا ہے۔

عبدالرؤف حکمت

شہید ملا عبدالرحمٰن اخند: ایک مہم جُو شخصیت

۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۶ ستمبر ۲۰۱۴ء کو صوبہ فراہ کے ضلع "بکوا" میں دشمن کے ایک فضائی حملے میں امارت اسلامیہ صوبہ فراہ کے جہادی مسئول ملا عبدالرحمن اخند اپنے چھ ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شہادت امارت اسلامیہ کے تیسرے صوبائی مسئول کی شہادت ہے، جو رواں سال راہ خدا میں جان کی بازی کھیلے ہیں۔ ان سے قبل صوبہ کنڑ کے جہادی مسئول مولوی نور قاسم حیدری اور قندھار کے جہادی مسئول ڈاکٹر عبدالواسع عزام بھی لیلائے شہادت کو گلے لگا چکے ہیں۔ اس تحریر میں شہید ملا عبدالرحمن کی سوانح، جہادی خدمات اور کارروائیوں کا ایک طائرانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

شہید ملا عبدالرحمن اخند کا تعارف

مولوی عبدالرحمن اخند، ملا محمد ہاشم کے بیٹے اور ملا محمد رسول اخند کے پوتے تھے۔ آپ کا تعلق پشتون قبیلے "نورزئی" شاخ سے تھا۔ آپ نے ۱۳۹۷ ہجری میں صوبہ فراہ کے ضلع بکوا کے ایک دین دار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد ایک عالم دین تھے۔ انہوں نے بچپن ہی میں ابتدائی دینی تعلیم کا گھر میں اہتمام کیا تھا۔ مزید تعلیم کے لیے ضلع بکوا میں ملک کے معروف عالم اور شیخ الحدیث مولوی محمد حسین صاحب کے مدرسے میں داخلہ لیا۔ یہاں سے صوبہ ہلمند کے ضلع "نوزاد" اور پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے علاقے "پنج پائی" کے مختلف مدارس میں اپنی دینی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب آپ درجہ خامسہ میں تھے، تو افغانستان میں فساد اور بدامنی کے خلاف طالبان کی اسلامی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس وقت طالبان نے صرف قندہار شہر فتح کیا تھا۔ ملا عبدالرحمن اس وقت کے مشہور اور بہادر جہادی کمانڈر ملا محمد صادق آغا کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک میں شامل ہوئے۔

تحریک اسلامی میں خدمات

قندہار کی فتح کے بعد طالبان کی اسلامی تحریک کے عمدہ اور چاق وچوبند دستے کابل اور ہرات کے جنگی محاذوں پر تعینات تھے، جہاں ہمیشہ گھمسان کا رن پڑتا تھا۔ ملا عبدالرحمن اس وقت "میدان شہر" کی جنگی پٹی پر دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے اور ہرات کی نمائندگی میں 'گریشک' اور فراہ کی جنگی پٹی کا کنٹرول سنبھال لیا۔ آپ گریشک اور ہرات کے درمیان لڑی جانے والی شدید لڑائیوں میں بھی شریک رہے، جس میں طالبان نے بہت پیش قدمی کی۔ یہاں تک کہ ہرات کی تاریخی فتح میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ہرات کی فتح کے بعد جب شہید محمد صادق آغا 'بادغیس' اور فاریاب کے درمیان دفاعی جنگی پٹی پر موجود جنگی گروپ کی قیادت کر رہے تھے، تو ملا عبدالرحمن بھی ان کے ساتھ ایک ماتحت کمانڈر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ فاریاب، مزار شریف اور دوسرے شمالی صوبوں کی فتح کے بعد جب شہید ملا محمد صادق آغا کو فاریاب کا گورنر مقرر کیا گیا، تو ان کی شہادت تک ملا عبدالرحمن اخند، شہید محمد صادق آغا کے نظامی گروپ کی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ ملا محمد صادق آغا کی شہادت کے بعد آپ کچھ وقت تک قائم مقام گورنر بھی رہے۔ اس عرصے میں آپ شمالی افغانستان کے مختلف علاقوں میں جہادی کارروائیوں کے لیے تشریف لے جاتے۔ اس سلسلے میں ان کی تخار، درہ صوف اور غور کی جہادی خدمات قابل ذکر ہیں۔ افغانستان پر امریکی جارحیت سے قبل آپ صوبہ ہرات کے ضلع غوریان کے ضلعی گورنر تھے۔ امریکی جارحیت کے آغاز میں آپ نے بھی اپنے آبائی علاقے سے امریکا کے خلاف جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔

امریکا کے خلاف جہاد

امریکی جارحیت کے بعد جب امارت اسلامی کے مجاہدین ایک حکمت عملی کے تحت کچھ علاقوں سے پیچھے ہٹے، تو ملا عبدالرحمٰن بھی اپنے آبائی علاقے فراہ پہنچ گئے۔ اس وقت دشمن پر براہ راست اور گھات لگا کر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ تب دشمن کو شدید نقصان پہنچانے کا واحد ذریعہ بارودی سرنگیں اور ریموٹ کنٹرول بم ہوا کرتے تھے۔ ملا عبدالرحمن نے بھی حالات کے مطابق بارودی سرنگوں کے ماہرین سے ریموٹ کنٹرول بم بنانے اور استعمال کرنے کی تربیت حاصل کی۔ انہوں نے جارحیت کے دوسرے سال غیر ملکی غاصبوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ ان کی جہادی کاروائیاں صوبہ فراہ کی سطح پر غیر ملکی جارحیت پسندوں کے خلاف شروع ہونے والی پہلی کارروائیاں تھیں۔ ملا عبدالرحمٰن اخند کے بھائی کہتے ہیں: ملا عبدالرحمن نے سب سے پہلے ضلع بکوا کے نواحی علاقے قندھار اور ہرات کی بڑی شاہراہ پر غیر ملکی فوجیوں کی ایک لینڈ کروزر کو ریموٹ کنٹرول بم سے تباہ کیا۔ اس کے بعد اسی سڑک پر امریکی کاسہ لیس کٹھ پتلی فوج کی دو گاڑیوں پر گھات لگا کر حملہ کیا، جس سے دونوں گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ کچھ عرصے بعد فراہ میں تعینات اٹلی کے فوجیوں کا ایک ٹینک مولوی صاحب کے ریموٹ کنٹرول بم کا نشانہ بنا۔ ان دھماکوں کے ساتھ ہی فراہ میں جارحیت پسندوں کے خلاف کاروائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کے بعد یہ صوبہ ایک گرم جہادی محاذ بن گیا۔ آپ کے قریبی ساتھیوں کا کہنا ہے کہ آپ جہادی امور میں ہمیشہ علمائے کرام سے مشورہ لیتے تھے اور جہادی کارروائیاں بڑی جرأت اور تدبر سے ترتیب دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے انتہائی کٹھن حالات میں دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

امریکی جارحیت کے چند سال بعد ہی امارت اسلامیہ کی جانب سے تمام صوبوں کے لیے مجاہدین کی تشکیلات کی گئیں۔ صوبہ فراہ میں بھی پانچ جہادی محاذ بنائے گئے۔ ملا عبدالرحمٰن کو ضلع بکوا کے جہادی محاذ کی قیادت سونپ دی گئی۔ جب محاذوں کی تشکیلات صوبائی تشکیلات میں تبدیل ہوئیں اور ہر ضلع میں مجاہدین کے الگ گروپ بنائے گئے، تو ملا عبدالرحمن صوبہ فراہ کے ضلع بکوا کے جہادی مسئول منتخب ہوئے۔ آپ چھ سال تک یہ فریضہ بہ حسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ چھ سال تک ضلع بکوا کے جہادی مسئول رہے۔ پھر ایک سال تک صوبہ فراہ کے ضلع "بالابلوک" کے جہادی مسئول کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ایک بار پھر ضلع بکوا کے جہادی مسئول کی حیثیت سے ایک سال کام کیا۔ بعد میں آپ کی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر صوبہ نیمروز کا جہادی مسئول منتخب کر دیا گیا۔ یہاں آپ آٹھ مہینے تک جہادی خدمات میں مصروف رہے۔ اس کے بعد آپ کو صوبہ ہرات کا جہادی مسئول مقرر کیا گیا۔ صوبہ ہرات میں آپ تقریباً ڈیڑھ سال تک اپنا جہادی فریضہ نبھاتے رہے۔ مذکورہ ذمہ داریوں کے ساتھ آپ بڑے عرصے تک صوبہ فراہ کے صوبائی کمیشن کے سربراہ بھی رہے۔ اس کے ساتھ آپ امارت اسلامیہ کے مرکزی کمیشن کے رکن بھی رہے۔ بالآخر اسی فریضے کی ادائیگی کے دوران شہادت کے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ ملا عبدالرحمٰن اخند صوبہ فراہ میں ایک فعال گروپ کے کمانڈر تھے۔ آپ کے گروپ کے کچھ مجاہدین نیمروز اور ہرات میں بھی علاقائی مسئولین رہ چکے ہیں۔ آپ کے گروپ میں مجاہدین کی تعداد ۹۰۰ سے زیادہ تھی۔ آپ کی قیادت میں مجاہدین نے صوبہ فراہ میں بہت کاروائیاں کیں۔ ذیل میں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

– 2004ء کے موسم گرما میں ضلع بکوا کے "بالبالک کاریز" کے علاقے میں مجاہدین نے دشمن کے ایک بڑے قافلے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۱۸ اہل کار موقع پر ہی ہلاک ہوئے۔ جب کہ چھ گاڑیاں مجاہدین کو غنیمت کے طور پر ہاتھ آئیں۔ الفتح آپریشن کے دوران ضلع بکوا کے "اسحاق زو" کے علاقے میں دشمن کے فوجی قافلے پر حملے کے نتیجے میں دشمن کی چودہ گاڑیاں تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک ہو گئے۔ اس مبارک آپریشن کے دوران ملا عبدالرحمٰن کی قیادت میں مجاہدین نے صرف ضلع بکوا میں دشمن کے ۱۸۰ ٹینکوں کو بارودی سرنگوں کا نشانہ بنا کر تباہ کیا۔

–البدر آپریشن کے آغاز میں ضلع بکوا کے علاقے "سیاو آغا" میں مجاہدین نے امریکی سیکورٹی اہل کاروں کے قافلے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ۵ گاڑیاں اور ۱۵ امریکی اہل کار ہلاک ہو گئے۔ سیکورٹی اہل کاروں کے سربراہ کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔ اس جھڑپ میں دشمن کا ایک طیارہ بھی مجاہدین نے مار گرایا۔ البدر آپریشن کے دوران ان کا ایک اور کارنامہ ضلع گلستان کے علاقے "پیتاوک" میں دشمن کے رسد کے قافلے پر حملہ ہے، جس میں دشمن کی ۲ سرف گاڑیاں اور ۲۲ سپلائی کنٹینرز تباہ ہوئے۔ ضلع گلستان کی ایک اور کاروائی میں دشمن کو رسد پہنچانے والے ایک اور قافلے پر ایک ساتھ ریموٹ کنٹرول کے بارہ دھماکے کیے گئے، جس سے اس قافلے کی اکثر گاڑیاں تباہ اور لدا ہوا سامان جل کر خاکستر ہو گیا۔ البدر آپریشن کے دوران موسم سرما میں امریکی فوج کی سیکورٹی پر مامور اہل کاروں پر حملے کے

نتیجے میں دشمن کے ۱۲ گاڑیاں تباہ اور ۱۸ اہل کار ہلاک ہوئے۔ جب کہ ۱۲ کلاشنکوف، ۴ ہیوی مشین گنیں اور بہت سا جنگی سازوسامان غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

الفاروق آپریشن کے دوران ملا عبدالرحمن کی قیادت میں مجاہدین نے ضلع گلستان کے علاقوں "توت" اور "چہار راہ" کے درمیان کٹھ پتلی فوج کے ایک بڑے قافلے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن کے ساٹھ سے زیادہ اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔ مجاہدین کو بہت سا اسلحہ غنیمت کے طور پر ملا، لیکن اس حملے کے بعد واپس جاتے ہوئے مجاہدین پر دشمن کے طیاروں کی بم باری کے نتیجے میں ملا عبدالرحمن اخند کے بائیس ساتھی اس حملے میں شہید ہوگئے۔

شہادت کی سعادت

شہید ملا عبدالرحمن اخند کا خاندان جہادی خاندان ہے۔ امریکا کے خلاف جہاد میں ان کے دو بھائیوں عبدالغفار اور عبدالسلام سمیت خاندان کے گیارہ افراد شہید ہوگئے ہیں۔ آپ اس جہادی سفر میں دو دفعہ زخمی بھی ہوئے۔ دشمن ہمیشہ آپ کے تعاقب میں رہا۔ اس مقصد کے لیے ماضی میں بھی ان پر کئی چھاپے مارے گئے۔ جب آپ کچھ عرصے قبل صوبہ ہرات کے دورے پر آئے تھے، تو دشمن کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوگئی۔ آپ پر شین ڈنڈ اور غوریان کے علاقوں میں چھاپہ مارا گیا۔ غوریان کے چھاپے میں تین مجاہد شہید ہوگئے۔ لیکن آپ اللہ کی مدد سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد جب آپ اپنے علاقے بکوا آئے، تو اسی ضلع کے "دوشنبے" کے علاقے میں ملا عبدالرحمن اخند اپنے چھ ساتھیوں سمیت شہادت کے بلند مقام پر فائز ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کا واقعہ مجاہدین کے لیے ایک دردناک واقعہ ہے۔ آپ کی شہادت پر امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی نے اپنے خصوصی بیان میں کہا: "صوبہ فراہ سے ایک افسوس ناک خبر ملی ہے کہ امارت اسلامیہ کے ایک نامور اور بہادر کمانڈر اور صوبہ ہرات کے جہادی مسئول ملا عبدالرحمن اخند اپنے چھ ساتھیوں سمیت جارحیت پسندوں کے ایک فضائی حملے میں شہید ہوگئے ہیں۔ شہید ملا عبدالرحمن اخند فراہ اور ہرات میں کئی سالوں تک غیر ملکی غاصبوں اور ان کے کاسہ لیسوں کے خلاف مسلح جہاد میں مصروف تھے۔ آپ کی بہترین حکمت عملی اور تباہ کن حملوں سے دشمن بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دشمن کئی عرصے سے آپ کے تعاقب میں تھا۔"

ملک کے اس بہادر سپوت کی شہادت اگرچہ ایک دردناک سانحہ ہے، لیکن دشمن کو اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کہ ان کی شہادت سے علاقے کے مجاہدین کی کارکردگی پر منفی اثر پڑے گا۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین شہادت کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ان کے ساتھی بہت جلد ان کی شہادت سے پیدا ہونے والا خلا پُر کریں گے۔ انشاء اللہ

❋❋❋

بقیہ از: جنگی جرائم برائے ستمبر 2014

عینی شاہدین کے مطابق انہوں نے بعد میں لاشوں کو آگ لگا کر جلا ڈالا۔

جب کہ 22 ستمبر کو صوبہ خوست ضلع باک کے علاقہ "انار کلی" میں افغان اہل کاروں نے ایک بستی پر مارٹر گولے داغے، جس کے نتیجے میں خواتین سمیت پانچ افراد شہید ہوگئے۔

پھر ایک دن کے وقفے سے 24 ستمبر کو قندھار ضلع ارغستان کے گاؤں "شگو گودر" میں پولیس نے ایک ضعیف شخص کو شہید کردیا۔ جب کہ قابض افواج نے صوبہ کنڑ ضلع غازی کے علاقے "ہیل گل گرد" میں ایک دینی مدرسے پر بم باری کر کے ایک طالب علم کو شہید کردیا۔

پھر اگلے روز 25 ستمبر کو صوبہ لغمان ضلع قرغی کے بازار میں حکومت کی حامی قاتل ملیشیا کے اہل کاروں نے دو افراد کو شہید کردیا۔ جب کہ صوبہ غزنی کے صدر مقام کے قریب شہباز بازار میں پولیس نے ضلع شلگر سے خریداری کے لیے آئے ہوئے ایک شخص "محمد طاہر" کو شہید کر دیا۔

ایک روز کا وقفہ دے کر 27 ستمبر کو صوبہ زابل ضلع ارغنداب کے علاقے "شیر وانی" میں افغان اہل کاروں نے راکٹ فائر کر کے ایک شخص کو شہید کردیا۔

اسی دن صوبہ ننگرہار ضلع رودات کے علاقے "بڑو" میں قابض افواج کے ڈرون حملے کے نتیجے میں دو خواتین شہید اور ایک بچہ شدید زخمی ہوگیا۔

29 ستمبر کو صوبہ ہلمند ضلع نحگی کے علاقے "گندم ریز بازار" میں قابض افواج نے چھاپہ مار کر 120 دکانوں کو نذر آتش کردیا گیا۔ اسی بازار میں ایک مسجد کو بموں سے اڑا دیا۔ اسی طرح انہوں نے بم باری کر کے بارہ افراد کو شہید کردیا۔

30 ستمبر کو قابض افواج نے صوبہ ہلمند ضلع گرشک کے علاقے "میر مندو" میں چھاپہ مارا اور اس کے بعد علاقے پر بم باری کی، جس کے نتیجے میں چار افراد شہید ہوگئے۔ اسی روز صوبہ دایہ کندی ضلع اجرستان کے علاقے "عباس خیل" میں افغان اہل کاروں نے حملہ کیا اور سرچ آپریشن کے نام پر لوگوں کی سالہا سال کی کمائی اور جمع پونجی لوٹ لی۔ نقد رقم، زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء چُرا لے گئے۔ گھروں اور فصلوں کو آگ لگادی۔ بے زبان جانوروں کو گولیاں مار مار کر موت کی نیند سُلا دیا۔

اقتباسات: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ټکی ایشیا اور بینو اویب سائٹس

حسن مومند

دولت اسلامیہ کے خلاف نیا فوجی اتحاد اور اس جنگ کا انجام

آج جب میں عراق کے حوالے چند سطور سپرد قلم کرنے بیٹھا، ذرائع ابلاغ سے سنا کہ فرانسیسی صدر فرانسو اولان نے اعلان کیا کہ "دولت اسلامیہ کے جنگجوؤں کے خلاف فضائی حملے شروع کیے جائیں گے۔ البتہ عراق میں زمینی فوج بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں۔"

قارئین کو معلوم ہو گا کہ تنظیم دولت اسلامیہ کے خلاف امریکا کی قیادت میں 40 ممالک کا اتحاد بننے والا ہے، جس میں مصر، سعودی عرب اور قطر جیسے اہم ممالک سمیت دیگر 10 اسلام کے نام لیوا ممالک بھی شامل ہیں کیوں کہ عراق اور لیبیا کے برعکس اس بار امریکا کو دولت اسلامیہ کے خلاف جنگ کے لیے یورپ سے پہلے خلیجی ممالک کی حمایت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دولت اسلامیہ کے خلاف ایک اجلاس ہوا۔ اس میں 20 ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔ اس اجلاس کے 3 روز بعد جمعرات کے دن سعودی عرب کے اہم شہر جدہ میں بہت سے عرب ممالک کے وزرائے خارجہ جمع ہوئے۔ جس میں امریکی وزیر خارجہ جان کیری بھی شریک تھے۔ انہوں نے دولت اسلامیہ کے خلاف امریکا کے طے شدہ پلان کے متعلق شرکا کو خبردار کیا اور اس پر عمل درآمد کے لیے مدد چاہی۔ امریکا نے دولت اسلامیہ کے خلاف اتحاد بنانے کے لیے اس بار بھی وہی حربہ آزمایا، جو عراق اور افغانستان پر جارحیت کی خاطر اتحاد بنانے کے لیے استعمال ہوا تھا۔ امریکی صدر بارک اوباما کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ داعش نہ صرف خطے میں امریکی مفادات اور دوست ممالک کے لیے بڑا خطرہ ہے، بلکہ امریکی سرزمین اور عوام کے جانب بھی یہ خطرہ متوجہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے امریکا کی مجبوری ہے کہ داعش کے خاتمے کے لیے ایک بڑے اتحاد کی قیادت کرے۔

گیارہ ستمبر کے واقعے کا تیرہواں سال پورا ہونے کے موقع پر امریکی صدر بارک اوباما نے عوام سے اپنے خطاب میں کہا: "امریکا کے لیے جو بھی تنظیم خطرہ بنے، اسے کہیں بھی دنیا کے کسی بھی کونے میں محفوظ ٹھکانہ نہیں ملے گا۔" اوباما نے مزید کہا: "دولت اسلامیہ ایک کینسر ہے، جس کے خاتمے کے لیے تمام وسائل کا استعمال کیا جائے گا۔" امریکی صدر نے اپنی عوام کو اطمینان دلایا ہے کہ دولت اسلامیہ کے خلاف جنگ میں زمینی فوج کے استعمال کی نوبت نہیں آئے گی۔ انہوں نے مزید کہا: "اگر دولت اسلامیہ کے خلاف کارروائی کے لیے کانگریس نے اجازت دے دی، تو یہ خوشی کی بات ہو گی۔ اگر نہ بھی دے تو ہمیں کارروائی کا حق حاصل ہے۔" اسی لیے جب امریکا کے ہاتھوں تربیت یافتہ فوج نے عراق میں شکست کھائی، تو بارک اوباما نے اعلان کیا کہ وہ 475 مزید فوجی عراق بھیجے گا تا کہ نئے سرے سے عراقی فوج کو تربیت دیں اور عملی جنگ میں انہیں مشورے دیں۔

دولت اسلامیہ نے دو امریکی صحافیوں کے سر کاٹ دیے تھے۔ ان کے خاتمے کے لیے امریکا نے عراقی فوج اور کرد ملیشیا سے بہت زیادہ مالی تعاون بھی کیا، مگر یہ دنوں اب تک دولت اسلامیہ کے مقابلے کے لیے تیار نہیں ہو سکے۔ اسی لیے بغداد انتظامیہ نے نہ صرف عراق کے اندار اپنے مخالفین پر امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی جانب سے حملے کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی اسے خود مختاری کے خلاف قرار دیا بلکہ عراقی صدر فواد معصوم نے کہا: "امریکا اور اس کے اتحادیوں کو جلد از جلد دولت اسلامیہ کے جنگ جوؤں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اگر حملے میں تاخیر ہو گئی تو شاید اور بھی بہت سے علاقے ان جنگ جوؤں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے۔ بغداد انتظامیہ کے نئے سربراہ حیدر العبادی نے بھی دولت اسلامیہ کو شکست دینے کے لیے عالمی تعاون کا مطالبہ کیا ہے۔

دولت اسلامیہ بشار الاسد حکومت کے خاتمے اور شام میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے اسدی ملیشیا کے خلاف لڑ رہی ہے۔ اس ملک کے بہت سے علاقوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی بارک اوباما نے اپنے بیان میں بشار الاسد انتظامیہ سے تعاون کے امکان کی تردید کی اور کہا کہ ہم اسد

انتظامیہ پر اعتماد نہیں کر سکتے، بلکہ ہم اسد انتظامیہ کے خلاف لڑنے والی دولت اسلامیہ کے علاوہ دیگر تنظیموں کی مدد کریں گے۔ چوں کہ امریکا نے اسد انتظامیہ کی مدد سے انکار کر دیا ہے، تو بشار الاسد نے بھی امریکا کی قیادت میں 40 ممالک کے اتحاد کی جانب سے دولت اسلامیہ کے خلاف کارروائی کے لیے شام کی سرزمین استعمال کرنے کی شدید مخالفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے شام سے اجازت لیے بغیر اگر دولت اسلامیہ کے خلاف بننے والے اتحاد نے شام کی سرزمین پر دولت اسلامیہ پر حملہ کیا، تو حملہ آوروں کو جواب دیا جائے گا۔ اس حملے میں شریک طیارے گرا دیے جائیں گے۔ شام کے اتحادی روس اور ایران نے بھی شام میں دولت اسلامیہ کے خلاف امریکا کی قیادت میں اتحادیوں کے حملے کی شدید مذمت کی۔ ایران نے کہا ہے: "امریکا دہشت گردی کے خاتمے کے بہانے شام کی خود مختاری کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔" جب کہ روس کا کہنا ہے: "اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کی منظوری کے بغیر امریکی حملہ غیر قانونی ہے۔ اس لیے ہم اس کی شدید مخالفت کریں گے۔"

میرے خیال میں صرف عراق میں نہیں بلکہ عراق اور شام دونوں میں دولت اسلامیہ پر امریکا کا حملہ یقینی ہو گا۔ میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ ایران اور شام کی جانب سے امریکی حملے کی مخالفت دل سے نہیں ہے۔ جس کے ہاتھوں بھی ہو، ایران اور شام دولت اسلامیہ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ جہاں تک روس کی بات ہے، اگر واقعۃً روس مخالف ہو بھی، تو اس کی مخالفت بھی محض برائے نام ہے۔ جب امریکا کے ان حملوں کا تھوڑا سا بھی مثبت نتیجہ نکلے گا، تو کسی کی مخالفت کی پروا کیے بغیر بہت جلد شام میں بھی دولت اسلامیہ پر حملے شروع ہو جائیں گے۔ یہ امریکا کے ایسے حملے ہوں گے کہ ایران، روس اور شام سمیت دنیا کا کوئی بھی ملک بھی اس کا مخالف نہ ہو گا۔ ایران اور شام شاید اس کی اعلانیہ تائید بھی کر دیں، البتہ اعلانیہ تائید نہ بھی ہو، تو کم از کم مخالفت بھی نہیں کریں گے۔

اس جنگ میں امریکا کی ایک کمزوری اور شکست یہ ہے کہ وہ دولت اسلامیہ کا سامنا کرنے سے احتراز کر رہا ہے۔ یہ بات صرف دولت اسلامیہ کی نہیں، بلکہ مجموعی طور پر پوری دنیا کے مجاہدین اور خصوصاً افغانستان اور عراق کے مجاہدین کے لیے بڑی باعث فخر ہے۔ افغانستان اور اس کے بعد عراق پر جب امریکا اور اس کے اتحادیوں نے جارحیت کی، اس وقت تو لاکھوں فوجیوں کو مجاہدین کے خلاف دونوں ممالک میں اتارا گیا تھا۔ مگر اب فرانسیسی اور امریکی صدر بار بار اپنے عوام کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ان کی جنگ صرف فضائی ہو گی۔ وہ دولت اسلامیہ کے خلاف جنگ میں کبھی بھی زمینی فوج نہیں بھیجیں گے۔ ان دونوں سربراہان مملکت کو کیوں ضرورت پڑی کہ عوام کو اتنا اطمینان دلائیں؟ اس لیے کہ افغانستان اور عراق کی طویل جنگوں میں نرم، نازک اور لاڈلے امریکیوں اور دیگر مغربی فوجیوں کی بزدلی، مجاہدین کے مقابلے میں زمینی جنگوں میں ان کا کمزور ترین حوصلہ، شکست اور وسیع پیمانے پر جانی نقصانات امریکیوں اور دیگر مغربی عوام کے سامنے ہیں۔ انہیں مجاہدین کے مقابلے میں پیش کرنا ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ جب کہ وہ اس نقصان کو مزید برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے ایک فیصد تردد کے بغیر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دولت اسلامیہ کے مقابلے میں امریکا کی شکست یقینی ہے۔ افغانستان پر جارحیت کے وقت امریکا اپنی موجودہ کیفیت سے بہت زیادہ طاقت ور تھا۔ تب اس کے عزائم بھی بہت بلند تھے۔ ان کی مقابل قوت بہت کمزور تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ جارحیت کے بعد امریکا کے خلاف مسلح مزاحمت کے آغاز کے دنوں میں میدان جنگ میں مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی۔ وسائل کے اعتبار سے بہت کمزور تھے۔ مگر افغانستان کے یہی کمزور مجاہدین اتنے مضبوط ہو گئے کہ پوری مغربی دنیا کے خلاف 13 سالوں کے طویل عرصے تک جنگ لڑ رہے ہیں۔ تمام مغربی قوتوں کو گھٹنوں کے بل جھکا یا دیا۔ اب جب کہ 13 سالہ پرانا امریکا نہیں رہا، بلکہ ہر لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ امریکا نے ماضی قریب میں اتنے میدانوں میں شکست کھائی کہ اب یہ تصور بھی ختم ہو گیا کہ امریکا ناقابل شکست قوت ہے۔ اب وہ مجاہدین سے اتنا ڈرتے ہیں کہ "ہم اُن کے مقابلے کے لیے زمینی فوجی نہیں اتاریں گے۔" کی صدائیں سننے کو مل رہی ہیں۔ اس طرح کا امریکا دولت اسلامیہ سے کیسے شکست نہیں کھائے گا، جو دنیا کی سب سے بڑی اور طاقت ور تنظیم سمجھی جا رہی ہے۔

اب وہ دن ہیں کہ امریکا اور اس کے اتحادی ڈرونز کے باوجود بھی کچھ نہیں کر پائیں گے۔ اسلامی دنیا کے نوجوان دولت اسلامیہ کی جانب بڑھیں گے۔ عام مسلمانوں کی جانب سے مالی تعاون دولت اسلامیہ کو مزید مضبوط کرے گا۔ دولت اسلامیہ کے متعلق جو غلط گمان، شکوک و شبہات مسلمانوں میں موجود ہیں، وہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے۔ دولت اسلامیہ موجودہ صورت حال سے بڑھ کر امریکا اور مغربی قوتوں کے لیے خطرناک ہو گی۔ یہ تنظیم اُس کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو گی۔ انشاء اللہ

امن معاہدہ اور اس کے نقصانات

قاری حبیب

سال رواں کے ماہ ستمبر میں اشرف غنی احمد زئی کی قیادت میں کابل کی نئی حکومت نے امریکا کے ساتھ امن معاہدے پر دستخط کیے، اس طرح افغانستان میں جارحیت پسند قوتوں کی موجودگی کو مزید زندگی مل گئی ہے۔ اس معاہدے پر ایسے وقت دستخط ہوئے، جب جعلی انتخابی ڈرامے کے بعد امریکی سلیکشن کے نتیجے میں اشرف غنی احمد زئی کے اقتدار کو محض 24 گھنٹے گزرے تھے۔ نئے حکام کی جانب سے اس معاہدے پر اس قدر جلد دستخط کرنا اور اس حوالے سے خود مختارانہ مزاج رکھنے والے عوام، علمائے کرام، دانشوروں، نمایاں اور بااثر شخصیات کی مخالفت کو نظر انداز کیا جانا اور صرف امریکی مطالبے کو تسلیم کرنا، یہ واضح کرتا ہے کہ دراصل یہ سب ڈرامائی حالات اور بحران کا پروگرام اسی لیے بنایا گیا تھا۔ مگر چونکہ امریکیوں کے ساتھ یہ معاہدہ قوم کے نمائندوں کے ہاتھوں نہیں، بلکہ انہی کے غلاموں کے دباؤ کے نتیجے میں طے پایا ہے۔ اس لیے اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ یہ قرارداد شرعی لحاظ سے مسترد ہے۔ حالات اور مروجہ قوانین کے لحاظ سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اس تحریر میں ہم کوشش کریں گے کہ امریکیوں کے ساتھ ہونے والے اس معاہدے کی مختلف جہات اور اثرات کو مختصراً اسمیٹ لیں۔ اس حساس موضوع کی گہرائی جاننے کے لیے سب لوگ متوجہ ہیں۔

امریکی معاہدے کی شرعی حیثیت:

1: امریکا سے ہونے والا معاہدہ اسلامی نصوص اور فقہی ارشادات کے مطابق قابل رد ہے۔ یہ معاہدہ امریکی کافروں کے ساتھ طویل دوستی کا معاہدہ ہے۔ اللہ تعالی نے سورۃ النساء کی آیت 144 اور سورۃ المائدہ کی آیت 51 میں مسلمانوں کو یہود و نصاری کی دوستی سے منع کیا ہے۔ اس معاہدے میں لامحدود امریکی مسلح افواج، جنگی وسائل، طیاروں، ہیلی کاپٹروں، راکٹوں اور دیگر جنگی وسائل کے حوالے سے اجازت دی گئی ہے کہ انہیں افغانستان میں رکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے دین میں اسلامی سرزمین پر کفار کے رہنے کے لیے مخصوص شرائط طے ہیں۔ اسلامی سرزمین پر صرف ذمی اور مستامن کافر کے رہنے کا جواز ہے۔ ذمی سے مراد وہ کافر ہے، جو اسلامی ملک کا شہری ہو اور اسلامی قوانین کو تسلیم کرتا ہو۔ مستامن سے مراد وہ کافر ہے جو دارالحرب سے تجارت یا کسی اور قانونی امر کی انجام دہی کے لیے اسلامی ملک میں آیا ہو۔ مستامن شخص ایک محدود وقت تک غیر مسلح اور تخریبی کام کیے بغیر رہ سکتا ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اسلامی سرزمین پر کفار کے رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ امریکی جو طاقت کے بل پر یہاں آئے ہیں، انہیں زبردست فوجی قوت کے ساتھ یہاں رہنے کی اجازت دی جارہی ہے۔ یہ تمام دینی نصوص کے مخالف ایک اقدام ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جو کچھ دینی نصوص کے خلاف ہو، وہ غیر شرعی اور شر محض سمجھا جاتا ہے۔

2: اسلام کی رو سے مسلمان صرف جنگ کے میدان میں اپنی مصلحتوں کو دیکھتے ہوئے کفار کے ساتھ فائر بندی کا معاہدہ کرسکتا ہے۔ مسلمانوں کو اس عہد کا شرعاً پابند سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کفار سے دوستی اور ان لشکروں کو فوجی اڈے دینا، انہیں عدالتی تحفظ فراہم کرنا، ہر طرح کی کھلی چھوٹ دینا اور مسلمانوں کو ان کے غلبے میں دینے کا شرعا کوئی جواز نہیں۔ اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا{ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً ۱۴۱ النساء۔} (ترجمہ: اور اللہ تعالی کبھی بھی کافروں کو مومنوں پر غلبے کا موقع نہیں دیں گے۔) اسی اصول کی وجہ سے اکثر فقہا کے مطابق مسلمان غلام کافر آقا کی ملکیت میں نہیں رہ سکتا۔ اگر ایک مسلمان

غلام کو کافر کی ذاتی ملکیت اور تصرف میں جانے کی اجازت نہیں، تو یہ بالکل ہی ناجائز ہے کہ ایک مکمل آزاد مسلمان قوم کو کفار کی عسکری طاقت میں محبوس کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ۔ رواہ البیھقی۔ اسلام بلند رہے گا اور اسلام پر دوسری کوئی قوت حاوی نہیں ہو سکتی۔

3: اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کفار کے ساتھ دوستی اور ان کی جانب میلان سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ ۱ آیت ۔المتحنۃ۔ ترجمہ :"اے مومنو! میرے دشمن اور اپنے دشمن سے دوستی مت کرو۔ تم انہیں دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے کفر کیا ہے اس حق کا جو تمھارے پاس آیا۔" وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۔ ھود ۱۱۳۔ ترجمہ:"اور ان لوگوں کی جانب میلان مت کرو، جنہوں نے ظلم کیا وگرنہ تمہیں آگ پہنچے گی۔ اور نہیں ہو گا اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔" بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾ سورۃ النساء ترجمہ: "منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ وہ لوگ جنہوں نے کافروں کو اپنا دوست بنایا مومنوں کو چھوڑ کر، کیا وہ لوگ کفار کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ بے شک تمام کی تمام عزت اللہ کے پاس ہے۔

4: پہلے کہا گیا کہ کفار کے ساتھ دوستی کا معاہدہ شرعاً غیر قانونی ہے ۔ اگر اس معاہدے کو فائر بندی کی طرح شرعی قرار دیا جائے، تو کابل حکام کی جانب سے اس معاہدے کے انعقاد کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ کیوں کہ کفار کے ساتھ صلح یا فائر بندی کا معاہدہ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کے سربراہ، امام، خلیفہ یا اس کا نمائندہ ہی کر سکتا ہے۔ امریکا نے یہ معاہدہ مقابل فریق میں مجاہدین کے ساتھ نہیں، بلکہ اپنے ماتحت اور زیر دست کٹھ پتلیوں کے ساتھ طے کیا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں رکھتے۔ فقہ کے بڑے عالم امام محمد رحمہ اللہ کے فتوی کی رُو سے اگر کفار محصور یا محبوس مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کریں، تو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ کیوں کہ ہر معاہدہ کفار کے دباؤ کے تحت منعقد ہو گا۔ اس میں ضرور کفار کا فائدہ اور مسلمانوں کا نقصان ہو گا۔ اس لیے اسے منعقد نہیں سمجھا جائے گا۔

درج بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ امریکی کفار کے ساتھ دوستی کا معاہدہ حرام ہے۔ اگر بالفرض اسے مباح سمجھا جائے، تو بھی چونکہ یہ جرم و ظلم کا سبب ہے۔ اس لیے یہ حرام ہو جاتا ہے۔ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ مباح کام جو حرام کا سبب یا بنے، اس مباح کو بھی حرام سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے ہمارا فقہی اصول کہتا ہے: تحصیل اسباب الواجب واجب، و اسباب الحرام حرام۔ مسلم الثبوت۔ ص ۳۸

افغانستان میں امریکیوں کی موجودگی سے ملک میں کفر کا تسلط، جارحیت، مسلمانوں کے قتل، لوٹ مار، بم باری، فحاشی اور گمراہی کا سلسلہ اور بھی بڑھے گا۔ اس لیے اس معاہدے کو حرام کا سبب بننے کی وجہ سے حرام اور غیر شرعی سمجھا جاتا ہے۔

5: ایک عام فقہی مسئلہ ہے کہ جس چیز کی ملکیت میں بہت لوگ شریک ہوں، ان شرکاء میں سے کوئی ایک فرد بیچے یا گروی رکھے، تو یہ فروخت ہر گز صحیح نہیں ہو گی۔ افغانستان کی زمینی، فضائی سرحدیں اور اس ملک کے تمام وسائل، جنہیں امریکا اس معاہدے کے بعد استعمال کرے گا، یہ افغان عوام کی مشترکہ چیزیں ہیں۔ اشرف غنی یا حنیف اتمر جیسے کسی فرد کو یہ اختیار ہر گز نہیں کہ وہ مشترکہ سرزمین اور اس کے وسائل امریکا کے حوالے کر دے۔ اس لیے اس معاملے کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

درج بالا دلائل کی وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ امریکا سے ہونے والا معاہدہ شرعاً مردود اور غیر قانونی ہے۔

معاہدے پر ایک تیکنیکی نظر اور اس کے نواقص:

1: معاہدے کے متن میں بہت سی عبارتیں غیر واضح اور مبہم ہیں۔ جن سے امریکا بوقت ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مثلاً مقدمے میں امریکی اڈوں کی موجودگی کے لیے کسی واضح مدت کے تعین کے بجائے محض "غیر دائمی مدت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ غیر دائمی کا اطلاق جس طرح چند محدود سالوں پر ہوتا ہے، اسی طرح کئی کئی صدیوں پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے۔

2: معاہدے میں کہا گیا ہے کہ امریکی فوجی افغانستان کی سرزمین استعمال کرتے ہوئے کسی پڑوسی ملک یا کسی اور دشمن ملک کے خلاف کارروائی

نہیں کریں گے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکا آئے روز قبائلی علاقوں میں مجاہدین پر حملے کرتا ہے۔ قول اور عمل کے اس واضح تضاد سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی معاہدے کے شقوں پر پوری طرح سے عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ محض ان شقوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، جو ان کے مفاد میں ہو اور جن سے یہاں ان کے طویل قیام کو جواز مل رہا ہو۔

3: معاہدے میں امریکیوں نے بہت مہارت سے کابل انتظامیہ کی آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔ بہت سی جگہوں پر جہاں امریکا پر ذمہ داری عائد ہو رہی تھی وہاں "امریکا یہ وعدہ کرتا ہے" کی جگہ "امریکا کوشش کرے گا" کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکا معاہدے کے شقوں پر عمل نہیں کرنا چاہتا اور نہ وہ اس کے لیے تیار ہے۔

4: معاہدے کی چوتھی شق کے چھٹے جملے میں افغانستان کو "امریکا کا نان نیٹو بہترین اتحادی" کہا گیا ہے۔ افغانستان کو ہمیشہ اس کی اس اپنی مرضی سے پیش کیے گئے موقف نے فائدہ دیا ہے اور عالمی عسکری قطبوں کے مقابلے میں کسی فریق کے ساتھ ہونے سے ہمیشہ اس نے نقصان اٹھایا ہے۔ یہاں مغرب کے ساتھ ایک ہی سواری کا سوار بننے سے اسے شدید نقصان ہو سکتا ہے۔ یہاں شنگھائی معاہدہ مشرق کے نئے قطب کی جانب متوجہ کر رہا ہے۔ جب کہ روس یوکرائن اور شام کے حالات کے باعث مغرب کے ساتھ ایک سرد جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ افغانستان کے پڑوسی ممالک میں بھی امریکا مخالف جذبات بڑھ رہے ہیں۔ امریکا کے اتحادی کی حیثیت سے افغانستان کے حالات اسے خطے میں ایک غیر معتبر ملک بنا دیں گے، جس سے اسے بہت مسائل کا سامنا ہو گا۔

5: معاہدے کی شقوں سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں کی موجودگی افغانستان کی دفاع کے لیے نہیں، بلکہ امریکا کے عالمی مفادات کی تحفظ کے لیے ہے۔ چھٹے مادے کے الفاظ ہیں: "اگر افغانستان کسی بیرونی ملک کے حملے کا شکار ہو جائے یا افغانستان کی حاکمیت، استقلال یا زمینی آزادی کے خلاف کوئی قدم اٹھائے، تو امریکا اسے شدید طور پر قابل تشویش عمل قرار دے گا۔ اور افغان حکام کے ساتھ مناسب رد عمل کے حوالے سے اپنی رائے شریک کرے گا۔" اگر یہ معاہدہ افغانستان کی دفاع اور تحفظ کی خاطر ہے تو یہاں صراحت کے ساتھ لکھا جانا چاہیے تھا کہ "امریکی فوج افغانستان کی قومی خود مختاری اور زمینی آزادی کے خلاف ہر اقدام کی روک تھام کریں گے۔" امریکیوں نے اس معاہدے میں اپنی ذمہ داری "قابل تشویش سمجھنے" تک محدود کر دی ہے۔ تشویش کا اظہار تو امریکا میں بیٹھ بھی کر کیا جا سکتا تھا۔ یہاں افغانستان میں رہنے کی انہیں کیا ضرورت تھی۔

6: معاہدے کی تیرہویں شق کے جملے کچھ یوں ہیں "امریکی فوجی، سول ملازمین اور ان سے متعلق دیگر افراد کو جرم کے ارتکاب کی صورت میں عدالتی تحفظ حاصل ہو گی۔ افغان حکام کو یہ اختیار نہیں ہو گا کہ امریکا سے تعلق رکھنے والے عسکری یا غیر عسکری افراد کو کسی جرم میں گرفتار کریں یا جیل میں ڈالیں۔ اسی طرح افغان فریق کو یہ اختیار نہیں ہو گا کہ امریکی مجرموں یا ان سے تعلق رکھنے والے دیگر افراد سے متعلق الزامات اور دعووں سے متعلق کسی عالمی ادارے یا فریق ثالث سے رجوع کریں۔" اس شق کی بنیاد پر امریکی فوجیوں، سول ملازمین اور ان کی خدمت کے دیگر اداروں کو مکمل معافی دی گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ جو چاہیں افغانستان میں کریں۔ قتل، چوری، زنا، اغوا، جاسوسی، لوگوں کی بے عزتی، تاریخی آثار اور ذاتی املاک کی لوٹ مار اور دیگر ہر طرح کی تخریبی کارروائیاں کھلے بندوں کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ صرف امریکی حکومت کو جواب دہ ہوں گے اور بس.... اس شق کا مختصر مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد اگر امریکیوں نے "عزیز آباد" جیسا قتل عام کیا یا "زنگاوات" جیسی وحشیانہ کارروائی کی یا "بگرام کی جیل" میں ایک بار پھر قرآن کریم کو آگ میں جلایا، تو معاہدے کی رو سے افغانوں کو یہ حق نہیں کہ احتجاجی آواز بلند کریں۔

7: امریکی شہریوں کے علاوہ امریکیوں نے اپنے اتحادیوں کے لیے بھی اس معاہدے میں حیرت انگیز حقوق حاصل کیے ہیں۔ امریکی اتحادیوں سے مراد پرائیوٹ سیکورٹی کمپنیوں کے کارکنوں کی طرح وہ مسلح جنگجو اور جرائم پیشہ افراد بھی ہیں، جنہیں امریکی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

8: معاہدے کی پندرہویں شق دخول اور انخلا سے متعلق ہے۔ اس شق میں کہا گیا ہے کہ: "امریکی فوجی اور سول شہری انفرادی یا اجتماعی شکل میں بلا کسی پاسپورٹ، اجازت نامے یا دیگر کاغذات کے زمینی اور ہوائی راستے سے افغانستان میں داخل یا باہر جا سکتے ہیں۔ افغان حکام کو انہیں روکنے، تلاشی لینے اور پوچھ گچھ کا کوئی حق نہیں۔ یہ لوگ تمام حدود اور قوانین سے

مستثنیٰ ہیں، جو بیرون ممالک کے شہریوں کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ جس سے لوگوں کی آمد و رفت کے بین الاقوامی نظم و ضبط کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح امریکی فوجی اور سول گاڑیاں، بیڑے اور طیارے بھی بلا کسی تلاشی و تفتیش اور قانونی حدود کے افغانستان میں آجاسکتے ہیں۔" اس شق کی بنیاد پر امریکی شہریوں کو اتنے حقوق دیے گئے ہیں کہ جو خود افغانوں کو بھی حاصل نہیں ہیں اور نہ ہی کسی اور ملک نے اپنے شہریوں کو اتنی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ جس طرح امریکی شخصیات، گاڑیاں اور طیارے بلا کسی تلاشی اور تفتیش کے آجاسکتے ہیں، تو ممکن ہے امریکی اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان کے آثار قدیمہ، ثقافتی ورثوں، قیمتی کیمیائی معدنیات کھلے بندوں اٹھا کر لے جائیں۔ افغانستان ایک سر بمہر ملک ہے، جس کی تمام معدنیات اپنے حال پر برقرار اور چھپی ہوئی ہیں۔ یہاں امریکا کے طویل قیام کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس ملک کے تمام زیر زمین ذخائر لوٹ کر لے جائے۔ اس معاہدے نے ان کی راہ انتہائی آسان کر دی ہے۔

9: معاہدے کی سولہویں شق میں ہے کہ امریکیوں سے متعلق تمام درآمدات و برآمدات اور نقل و حمل کے تمام راستے بلا کسی جواز، تفتیش، ٹیکس اور دیگر محصولات کے کھلے چھوڑ دیے جائیں۔ یہاں ٹیکس کے معاملے میں بھی امریکیوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ افغانستان کا سب سے بڑا سرمایہ اس ملک کا اہم ترین محل وقوع ہے۔ عالمی تجارتی تعلقات، ہوائی ٹریفک اور عالمی ٹرانزٹ میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ افغانستان شاہراہ ریشم کے چوراہے پر واقع ہے اور وسطی ایشیا کے سر بمہر معدنی ذخائر کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ اپنی اسی اہمیت کے پیش نظر یہ بہت سے فوائد سمیٹ سکتا ہے۔ چونکہ اس ملک کی زمین، فضا، شاہراہوں، تجارتی بندرگاہوں اور ہوائی میدانوں میں امریکیوں کو بلاعوض تصرف کا حق دیا گیا ہے۔ امریکی اپنے وسیع تر وسائل اور دیگر عالمی دسترس کی وجہ سے افغانستان کے اس سنہرے محل وقوع کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ بالآخر اس سرزمین کے اصل مالکان اس اہم سرمائے سے محروم ہو جائیں گے۔

10: معاہدے کے مطابق افغانستان کی تقریباً تمام کی تمام تجارتی گزرگاہیں اور اہم ہوائی اڈے، جن میں وسیع پیمانے پر امریکی تنصیبات قائم ہیں، کوڑی کے داموں اور بلا کسی قید اور شرط کے امریکیوں کے حوالے کر دیے گئے۔ اس کے علاوہ طورخم، سپین بولدک، تورغونڈی، شیر خان بندر اور حیرتان بندری شہر خارجی قوتوں کے باقاعدہ دروازے سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید فوجی اڈے اور ہوائی میدان امریکیوں کے حوالے کرنے کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔

درج بالا ہوائی اڈوں اور تجارتی گزرگاہوں کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں افغانستان کا واحد ذریعہ معاش اور متعلقہ شعبے میں قابل توجہ تنصیبات یہی ہوائی اڈے اور گزرگاہیں ہیں۔ جب یہ تنصیبات بلا کسی عوض امریکیوں کو بخشے جا رہے ہیں، تو واضح سی بات ہے کہ یہ اس ملک کے ساتھ بہت بڑی اور تاریخی خیانت کا ارتکاب ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کسی کو اپنا ایک کمرہ بھی بلاعوض نہیں دیتا۔ مگر امریکی غلاموں نے ملک کی سب سے اہم تنصیبات اپنے آقاؤں کو مفت میں دے دیں۔ بظاہر امریکی حکام کا کہنا ہے کہ امریکا کو اڈے اور دیگر وسائل فراہم کرنے کے عوض امریکا کابل انتظامیہ سے تعاون کرے گا۔ مگر معاہدے کے متن میں شروع سے آخر تک کہیں بھی صریح الفاظ میں امریکا پر یہ لازم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ ماہانہ یا سالانہ اتنی رقم، تعاون یا دیگر وسائل افغانستان کو دے گا۔ فقط عمومی باتوں پر اکتفا کیا گیا ہے کہ "امریکا افغان حکومت کی مدد کرے گا اور اسے مضبوط کرنے کی کوشش کرے گا۔" اس معاہدے کی بنیاد پر اگر امریکا اپنے ذاتی مقاصد کے لیے کام شروع کرے اور کابل حکومت کو بیک قلم نظر انداز کر دے اور ہر طرح کا تعاون ان پر بند کر دے تو معاہدے کی رو سے کابل حکام کو ان پر کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں ہو گا۔ کیوں کہ معاہدے میں معاون کی حیثیت سے امریکیوں پر کوئی مخصوص ذمہ داری عائد نہیں کی گئی ہے۔

11: معاہدے کی رو سے امریکیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ افغانستان میں نشریات کے لیے مخصوص فریکونسی کا اختیار حاصل کرے۔ امریکیوں کے پاس مخصوص وائرلیس چینلوں کا ایسا سسٹم ہے، جس کی تفتیش یا تحقیق کا حق افغان انتظامیہ کو نہیں ہو گا۔ ان وسائل کے ذریعے امریکا افغانستان کو اس خطے میں اپنا جاسوسی مرکز بنا دے۔ اسی طرح اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس ملک میں افغانستان یا خطے کے دیگر ممالک کے خلاف پروپیگنڈے کی جنگ شروع کرے تو اس کا نقصان افغانستان ہی کو ہو گا۔ اس کے علاوہ امریکیوں کو افغانستان کے سیٹلائٹ رابطوں پر پہلے ہی سے مکمل تسلط حاصل ہے۔ امریکیوں کے یہاں قیام کی صورت میں افغانستان کی وائرلیس میڈیائی سرحدیں بھی ان کی جارحیت سے محفوظ نہیں رہیں گی۔

امریکیوں کی مرضی ہوگی کہ ان وسائل کے ذریعے جس کو بھی چاہیں، اپنے مفادات کے لیے بلیک میل کرتے رہیں۔ ان سے جاسوسی یا دیگر کام لیں۔

اس معاہدے سے امریکیوں کے اہداف

امریکی چاہتے ہیں طویل عرصے تک انہیں طاقت کے بل بوتے افغانستان سے نہ نکالا جائے۔ انہیں ایک ایسے سرٹیفکیٹ کی ضرورت تھی، جس سے یہ لوگ افغان عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں۔ اسی مقصد کی خاطر انہوں نے سیکورٹی معاہدے کے لیے گذشتہ چند سالوں سے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا کیا۔ اسے ایک باقاعدہ قانونی حیثیت دینے کے لیے امریکا نے لویہ جرگہ کے نام سے ایک ڈرامائی جلسہ بھی بلوایا۔ اس اجتماع کے آخر میں ان حکام سے اس معاہدے پر دستخط بھی کروایا، جو امریکی جارحیت کے بعد افغانستان پر حاکم بنے تھے۔ امریکا افغانستان میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ذریعے یہاں طویل قیام کو جواز بخش سکتا تھا، مگر افغانستان کے سادہ لوح عوام کو خوب دھوکہ دینے اور ان کا ظاہری اعتبار حاصل کرنے کے لیے اس نے سیکورٹی معاہدے کا راستہ اپنایا۔ امریکی یہاں رہنے پر اصرار کیوں کر رہے ہیں اس کی وجوہات بہت زیادہ ہیں۔

1: افغانستان ہر حوالے سے عالمی کفر کے خلاف ایک ناقابل شکست محاذ ہے۔ یہاں کے عوام مضبوط ایمان اور جہادی جذبے سے سرشار لوگ ہیں۔ افغانستان کا محل وقوع انتہائی تزویراتی محل وقوع کا حامل ہے۔ اس کی زمین پہاڑی ہے۔ افغانستان حساس علاقوں یعنی باثروت اقتصادی سپر طاقت چین، ایٹمی جنوبی ایشیا اور ایران کے درمیان ایک اہم جگہ پر واقع ہے۔ اس ملک کا دوسرا نام استعماروں کا قبرستان ہے۔ اس کی تاریخ اپنے عوام اور عالمی دنیا کو جہاد اور آزادی کا درس دیتی ہے۔ امریکی جو دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھتے ہیں، نہیں چاہتے کہ ایک آزاد اسلامی حکومت قائم ہو۔ ان کا ایک واضح مقصد ملک میں اسلامی نظام اور جہاد و آزادی کا حوصلہ ختم کرنا ہے۔ کمیونزم کے خاتمے کے بعد مغربی کفار سیاسی اسلام کو، جسے یہ لوگ اسلامی بنیاد پرستی کہتے ہیں، اپنے خلاف بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ مغرب کبھی بھی یہ نہیں چاہتا کہ دنیا کے کسی خطے میں حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ اسلامی بیداری کی روک تھام کے لیے نہ صرف اسلامی ممالک میں بے دین، ظالم اور مغرب زدہ ڈکٹیٹرز کی حکمرانی قائم کی جا رہی ہے۔ اسلام مخالف جماعتوں اور شخصیات کو بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ بلکہ وسیع بنیادوں پر پروپیگنڈا کر کے اسلامی ممالک پر براہ راست حملے کیے جا رہے ہیں۔ اسلامی ممالک میں فوجی اڈے بنوائے جا رہے ہیں۔ تاکہ مکمل جارحیت کر کے حقیقی مسلمانوں اور اسلامی نظریات کو روند دیا جائے۔ امریکا نہ صرف افغانستان بلکہ پورے خطے کے ممالک میں اسلامی افکار کا مکمل خاتمہ اور اسلامی احیاء کی تحریکوں سے براہ راست مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے امریکا نے شروع ہی سے عسکری، فکری اور میڈیائی جنگ شروع کر رکھی ہے۔

3: سوویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکی خود کو دنیا کا حکمران سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اکیسویں صدی کو امریکی صدی کا نام دیا ہے۔ دنیا پر حکومت قائم کرنے کے لیے اس نے عالمی نظام کا ایک پلان مرتب کیا ہے۔ جس میں مختلف سیاسی، فوجی، اقتصادی، ثقافتی اور دیگر مقاصد شامل ہیں۔ اس کا مقصد یہ کہ اسلامی دنیا کو امریکی سربراہی تسلیم کر لینی چاہیے۔ روس اور چین کو کبھی یہ اجازت نہیں دینی چاہیے کہ عالمی طاقت بن کر امریکا کے یک طرفہ موقف کو چیلنج کریں۔ اس وسیع پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے امریکا دنیا کے کونے کونے میں فوجی اڈے، جاسوسی اور نگرانی کے مراکز اور ہوائی اڈے بنانے پر مجبور ہے۔ چونکہ افغانستان ایشیا کے ایک انتہائی اہم حصے پر واقع ہے، اس لیے امریکی چاہتے ہیں اس ملک میں طویل عرصے تک عالمی حریفوں کے خلاف مورچہ زن رہا جائے۔

4: تیل اور گیس کو موجودہ دنیا میں ایک اہم تزویراتی عنصر سمجھا جاتا ہے۔ جس سے عالمی زندگی کی مشینری رواں دواں ہے۔ موجودہ دنیا میں مشرق وسطی کے تیل کے ذخائر کو کمی کا سامنا ہے۔ اس لیے امریکا مشرق وسطی کے سربمر ذخائر پر بھی اس طرح سے تسلط قائم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی قیمت ان کے قبضے میں آجائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے افغانستان پر تسلط اور اس ملک کی زمین اور فضا پر قبضہ برقرار رکھنا اہم شرط ہے۔ اگر امریکی ان مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں تو مشرق وسطی کے تیل کے ذخائر کی لوٹ مار امت مسلمہ کے قدرتی ذخائر کو پہنچنے والا ایک اور ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔

آخری بات

ہمیں یہ بات مان لینی چاہیے کہ افغانستان میں امریکیوں کے قیام کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ ان کی یہاں موجودگی کی صورت میں افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام، اسلامی شریعت کا نفاذ، افغان نسل کی اصلاح اور دیگر دینی مقاصد کی تکمیل محض ایک خواب ہے۔ ان کے یہاں طویل قیام کے نتیجے میں مغربی کلچر، عیسائیت، فحاشی اور عمومی گمراہی کی ترویج کے لیے وسیع پیمانے پر کام ہو گا۔ یہ لوگ اپنے اڈوں میں مخصوص میڈیا چینلز، تعلیمی ادارے اور دیگر ادارے قائم کر کے افغانوں کو اپنی جانب متوجہ کریں گے۔ ان کے اڈے جاسوسوں کی تربیت اور تشکیل کے مراکز ہوں گے۔ یہیں سے ڈرون حملے ہوں گے۔ امریکا ان اڈوں کو چین، روس، ایران حتی کہ پاکستان کے خلاف استعمال کرے گا۔ انہیں ڈرائے گا اور مسلسل دباؤ میں

رکھے گا۔ چونکہ یہ اڈے افغانستان میں ہیں اور افغان حکومت نے ان سے معاہدہ کر رکھا ہے اس لیے یہ پڑوسی ممالک افغانستان کو ایک دشمن کی حیثیت سے دیکھیں گے۔

تاریخی تجربات سے ثابت شدہ بات ہے کہ کمزور اور طاقت ور کے درمیان معاہدے سے کمزور کے ہاتھ پاؤں بندھ جاتے ہیں۔ امریکا کے ساتھ کابل حکام کا معاہدہ بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ اس معاہدے کی وہ شقیں، جو امریکیوں سے متعلق ہیں، کبھی پوری نہیں ہوں گی۔ مگر افغانوں سے وہ تمام شرائط تسلیم کرائے گا اور ان کے وسائل کا بھرپور استعمال کرے گا۔

افغانستان ایک اسلامی سرزمین ہے۔ امریکہ نے ایک ناقابل قبول معاہدے کی روسے یہاں اڈے قائم کیے ہیں۔ جب اسلامی سرزمین کفار کی جانب سے غصب ہونے لگے، تو قریبی مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اگر قریبی مسلمان اس کافر کو باہر نہ نکال سکیں تو دیگر مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کافروں کو وہاں سے نکالنے کے لیے اگر تمام مسلمانوں کو مل کر کام کرنا پڑے، تو بھی تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ ابھی جب امریکی اس ملک میں طویل عرصے تک قیام کا ارادہ رکھتے ہیں، تو مسلمانوں کو امریکی کافروں کے خلاف عہدِ جہاد کی تجدید کرنی چاہیے۔ اگر امریکا اس زمین پر آرام سے رہنے لگا، تو اس کا انجام انتہائی تباہ کن ہو گا۔ امریکیوں کو نکالنے کے لیے وسیع اور منظم عسکری، ثقافتی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی اور میڈیائی جنگ کی ضرورت ہے۔

یہ تاثر غلط ہے کہ امریکا ہار نہیں سکتا۔ جس کی جتنی ہمت اور ارادے مضبوط ہوں اتنی ہی اللہ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر ہمارا یہ ایمان ہو کہ اللہ کی نصرت کی برکت سے امریکی کفار کو ہم نہتے ہو کر بھی شکست دے سکتے ہیں، تو اللہ تعالی ہمیں ضرور اس کی توفیق دیں گے۔ کل تک جاپان دنیا کی دوسری بڑی اقتصادی قوت سمجھا جاتا تھا۔ امریکا اقتصادی مسائل میں آج بھی اس کا محتاج ہے۔ اگر اس کے ساتھ امریکا کا رویہ اتنا تحقیر آمیز ہے تو کیا خیال ہے افغانستان کے ساتھ جس کی حکومت چلتی ہی امریکی راشن پر ہے، ان کے ساتھ امریکی کیا سلوک کریں گے؟

★★★

بقیہ از: نا اہل صدر اور قیدی مجاہدین---

کہ اشرف غنی پُل چرخی کے مظلوم قیدیوں کو عید کی خوشیوں میں کسی نہ کسی طرح شریک کرتے یا ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ان کی کچھ سزائیں معاف کرتے۔ لیکن انہوں نے آتے ہی اپنی سنگ دلی کے تیر چلا دیے اور یہ ثابت کیا کہ ان کا اصل ہدف کیا ہے اور کون سے اقدامات ان کے لیے اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ اشرف غنی پُل چرخی کے غیرت مند اور مظلوم قیدیوں پر اپنی ظالمانہ پالیسی اور وحشت سے کام لیں گے۔ لیکن اشرف غنی یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ امریکی اشاروں پر ناچنے والوں کے ان اقدامات سے پُل چرخی کے اسیر مجاہدین اپنے عزم اور دی جانے والی قربانیوں پر کبھی مایوس نہیں ہوں گے۔ نہ ان کی حمایت میں کھڑے عوام اور مجاہدین، جو ملک کی آزادی، خود مختاری اور ایک اسلامی نظام کے قیام کے لیے جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں، اپنے موقف سے پیچھے ہٹیں گے۔ بلکہ ان کے سینوں میں جہاد اور انتقام کی آگ مزید بھڑک اٹھے گی۔

آخر میں ایک بات اشرف غنی کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں: "دیکھیں آپ صدارتی محل سے پل چرخی جیل تک رات کے اندھیرے میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے آئے، حالانکہ جیل سے صدارتی محل کا فاصلہ صرف پانچ کلو میٹر ہے۔ جب کہ آپ کی سیکورٹی پر امریکی اور نیٹو فوج کے اہل کار بھی تعینات تھے۔ بقول آپ کے کہ اس ملک کی چار لاکھ سے زیادہ فوج کی کمان بھی آپ ہاتھ میں ہے، تو جب آپ کو اتنی سیکورٹی اور فوج کے باوجود دارالحکومت میں پانچ کلو میٹر کا فاصلہ سڑک کے ذریعے طے کرنے کی ہمت نہیں، تو باقی ملک کے دورے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ براہ کرم افغانستان میں اپنے حکومتی کنٹرول والے علاقوں کے نشاندہی کریں کہ افغانستان کے کس علاقے میں آپ آزاد طور پر گھوم پھر سکتے ہیں؟ تو اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ ایک ایسی قوت موجود ہے، جس نے آپ اور آپ کے غیر ملکی آقاؤں کا جینا حرام کر دیا ہے۔ آپ کی بزدلی کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ میں صدارتی محل سے پل چرخی تک جانے کی جرأت نہیں، تو آپ ہتھکڑیوں اور آہنی پنجروں میں بیٹھے مجاہدین پر اپنا غصہ نہ نکالیں۔ یہ بالکل مردانگی کے خلاف ہے۔ عید کے اُن پر مسرت ایام میں مجاہدین کے زخموں پر نمک پاشی کی جائے اور جیل حکام کو یہ ہدایت دی جائے کہ مجاہدین کے مقدمات میں کسی قسم کی نرمی نہ برتی جائے۔ میرے خیال میں اشرف غنی کا مجاہدین قیدیوں کے ساتھ یہ روّیہ ان کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنے لیے انتقام کا ایک نہ تھمنے والا طوفان برپا کریں گے۔"

شاہد غزنیوال

تیرہ سالہ جارحیت کے بعد

تیرہ سال قبل امریکی وحشی درندوں نے افغانستان کی سرزمین پر جارحیت کا آغاز کیا تھا۔ یہ جارحیت امریکیوں کے وحشی پن، اسلامی دنیا پر قبضے اور ان کے صلیبی غرور کے سوا کچھ نہ تھی۔ امریکا کے لیے دنیا میں کسی صورت بھی ایسی اسلامی اور خود مختار حکومت قابل قبول نہیں، جو اپنی آزادی اور خود مختاری کے لیے اسلامی احکامات کے علاوہ کسی بات پر سمجھوتہ نہیں کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ نائن الیون کے واقعے کو بنیاد بنا کر افغانستان پر بارود اور بموں کی بارش کر دی گئی۔ امریکی جارحیت پسند بھی سوویت یونین کی طرح افغانستان کی ترقی، امن اور خوش حالی کے خوش نما، لیکن زہریلے نعروں کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوا۔ اس ظالمانہ حملے کے ساتھ ہی ان وحشیوں نے کرزئی کی قیادت میں ایک ایسا کرپٹ اور جرائم پیشہ افراد کا گروہ افغانستان پر مسلط کیا، جس نے سابقہ بدعنوانیوں کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ آخر ان کے آقا خود ان کی بد عنوانیوں، فساد اور جرائم سے تنگ آگئے۔ امریکی جارحیت کے نتیجے میں وجود میں آنے والی اس حکومت کے کرپشن، فساد اور بد امنی کی مثالیں افغانستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتیں۔

اگرچہ ان تیرہ سالہ جارحیت کے نتیجے میں افغانوں کو بہت سے گمبھیر مسائل کا کرنا پڑا، لیکن اس کے باوجود وہ ان صلیبی غاصبوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے۔ چاہے دشمن کا غلبہ اور وحشت کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے ملک کی دفاع اور ایک آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کسی بھی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹے۔

اگر یہ سوال خود ان جارح قوتوں سے کیا جائے کہ انہوں نے اس جارحیت کے نتیجے میں کیا پایا، تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا: "کچھ بھی تو نہیں۔" بلاشبہ یہ لڑائی ان کے لیے ایک طویل اور جانی و مالی نقصانات سے بھرپور جنگ ثابت ہوئی۔ ایک ایسی جنگ جس میں نہ ان کی جدید ٹیکنالوجی مؤثر ثابت ہوئی نہ ان کے ماہر فوجی جرنیلوں کے بنائے گئے منصوبے کامیابی سے ہم کنار ہوسکے۔ "Congressional Research Service" کے نام سے ایک تحقیقاتی ادارے نے افغانستان میں امریکا کے جنگی اخرجات کے حوالے سے ایک رپورٹ میں لکھا ہے: "امریکی کانگریس نے 2010 میں افغان عراق جنگ کے لیے 1.291 ٹریلین ڈالر کا بجٹ پیش کیا اور اس بجٹ سے صرف ایک سال میں افغان جنگ پر 492.6 ملین ڈالر خرچ ہوئے۔ یہی امریکی جنگی اخراجات ان کے معاشی بحران اور سیکڑوں امریکی بینکوں کے دیوالیہ ہونے کا سبب بنے۔" ماہر معاشیات جوزف سٹیگلس کہتے ہیں: "امریکا، افغان اور عراق جنگ میں 3 ٹریلین ڈالر کی رقم جھونک چکا ہے۔ اب ایسا لگتا ہے ان دونوں جنگوں کے فوجی اخراجات کا جو تخمینہ امریکا نے لگایا تھا، وہ درست نہیں تھا۔ کیوں کہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی لیے امریکا کو تین ٹریلین ڈالر کی رقم خرچ کرنے کے بعد اب بھی افغانستان میں مزید اخراجات کی ضرورت ہے۔ عراق سے تو امریکی فوجی پہلے ہی دم دبا کر بھاگ چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں ان کے فوجی اخراجات صرف سفارت خانے تک محدود ہیں۔ ان بھاری اخراجات کے علاوہ امریکا کے فوجی جوانوں کی ہلاکت اور جنگی وسائل کی تباہی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب پینٹاگون کے فوجی ماہرین بھی اپنے عوام اور میڈیا کو اصل تفصیلات بتانے سے اجتناب کرتے ہیں۔، کیوں کہ امریکی عوام فتح کے اعلان کے منتظر ہیں۔ لیکن وہائٹ ہاؤس کے ان اہل کاروں کے پاس ایسا کچھ بھی نہیں، جس کی بنیاد پر وہ اپنے عوام کو اطمینان دلا سکیں۔

بین الاقوامی فوجی ماہرین کے مطابق امریکا افغانستان میں کسی بھی میدان میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوا۔ تیرہ سال کے بعد حالات اس نہج پر ہیں کہ امریکا کو اس جنگ کے بدلے سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ملا۔ اب امریکی عوام بھی اپنی حکومت پر مزید اعتماد کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ان کے فوجیوں میں اب طالبان سے لڑنے کی مزید سکت بھی نہیں رہی۔ مستقبل میں بھی ان سے کامیابی کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔ افغانستان میں امریکا کی شکست کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ناکامی کی وجہ نہیں جان سکے۔ یہی کمزوری ان کی مزید تباہی کا موجب بن رہی ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد انہیں افغانوں کی ایسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ سوویت یونین کی طرح امریکا کے نام کے ساتھ بھی "سابقہ امریکی ریاستوں" کے لقب کا اضافہ ہونے والا ہے۔ افغانستان میں انگریزی استعمار اور سابق سوویت یونین کے غرور کے ساتھ امریکی غرور بھی خاک میں مل جائے گا۔ اور ساری دنیا اس کے شر سے محفوظ ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

معاہدے کے نام پر کس طرح استفادہ کیا گیا

پاکستان میں افغانستان کے سابق سفیر مولوی عبد السلام ضعیف صاحب

اگرچہ میں نے اپنے وجود کو سیاست کے میدان سے کافی دور رکھا ہے۔ صرف علمی کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ لکھنا، تجزیہ کرنا اور ملاقاتیں سب چھوڑ دی ہیں۔ لیکن ایک ایسے مسئلے نے مجھے لکھنے پر مجبور کر دیا، جسے بیان کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ایسے افسوس ناک واقعے کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرنے جارہا ہوں، جس کے ذریعے ملک کے امن کو تباہ کرنے اور نہ ختم ہونے والی جنگ کو مزید ہوا دی جارہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاقت اور اختیار پانے کے لیے، بہت سے دعوے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنے پڑتے ہیں، لیکن کامیابی حاصل کرنے کے بعد بعض تو راستہ بدل لیتے ہیں اور بعض کیے ہوئے وعدے بھول جاتے ہیں۔ جنہیں وعدے یاد ہوں، وہ غیر معقول طریقے سے ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

میرے مطابق اشرف غنی اور اس کی ٹیم طاقت اور اختیار پانے کے بعد دوسرے دن ہی اپنے کیے ہوئے وعدوں، جن میں اندرون ملک مجاہدین کے ساتھ معاہدے کا وعدہ بھی شامل تھا، سے منہ موڑ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ درد مند اور مظلوم عوام سب سے پہلے معاہدہ چاہتے ہیں۔ اس معاہدے کے لیے وہ ایسے بے تاب ہیں، جیسے روزہ دار افطاری کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ جو بھی اس معاہدے کی بات کرے گا، عوام ضرور ان کی حمایت میں صف آراء ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملادیں گی۔ لیکن ان تمام وعدوں کے باوجود انہوں نے امریکا کے ساتھ اس ذلیل اور غیر اسلامی معاہدے پر دستخط کر دیے، جو فیصلے کے راستے میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

لہٰذا فیصلے کے آگے جو بھی رکاوٹیں اور چیلنجز درپیش ہوں، اُسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ اس میں ایک اہم اور بڑی رکاوٹ امریکا اور اس کے اتحادیوں کا افغانستان میں موجود ہونا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ان کی موجودگی سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ ان کی موجودگی کبھی بھی افغان عوام کے شرعی حقوق کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے جب تک رکاوٹ کا یہ پہاڑ سامنے سے ہٹا نہ دیا جائے، تب تک صورت حال ویسے ہی رہے گی۔

حقوق کے نقطہ نظر سے ہر افغانی اپنے وطن کی سرزمین کا مالک ہے۔ اسے اس حق سے دنیا کا کوئی بھی قانون محروم نہیں کر سکتا۔ ہر افغانی کی منشا کے بغیر اس کی ملکیت کا فیصلہ کرنا غیر قانونی اور ظلم ہے۔ جو ہمارے سیاستدان رقابت کو بنیاد بناتے ہوئے اکثریت کو اپنے حق سے محروم کرنا اور غلامی کو دوام دینا چاہتے ہیں۔

شرعی لحاظ سے میرا عقیدہ یہی ہے کہ امریکا کی شیطانی قوت کبھی بھی اسلامی ملک میں معاہدے کا لانا گوارا نہیں کرے گی۔ بلکہ اس کے برعکس اس کا کام، حکومتوں اور مختلف قوموں کے درمیان نفرت کی آگ کو مزید بھڑکانا ہے۔ افغانستان کے موجودہ حالات یعنی خون ریزی، قتل وغارت اور نقصانات میں امریکا اور مغرب براہ راست ملوث ہیں۔ روس کی شکست کے بعد امریکا نے افغانستان میں اسلامی حکومت کو نشانہ بنایا اور ہر اس مسلمان کے خلاف جارحیت کو اپنا اصولی حق سمجھا، جو ان کی غلامی کو قبول نہ کرے۔ آج افغانستان میں ایک لاکھ پچیس ہزار سے زائد مسلمان امریکا کے ظلم کی بدولت شہید کر دیے گئے۔ شریعت اسلامیہ کی توہین اور عوام کے حقوق اور عزت کو پامال کیا گیا۔ تین لاکھ سے زائد بچے یتیم اور ایک لاکھ سے زائد عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ لاتعداد گھروں کو مسمار کر دیا گیا۔ اور یہ ظلم اور سربریت اب بھی جاری ہے۔

امریکا سے دوستی اور اس کی خدمت میں ایسا معاہدہ پیش کرنا، جس میں افغانوں کو قید وبند کرنا، ان کی چار دیواریوں میں گھس کر ان کی عزتیں پامال کرنا، انہیں قتل کرنا، دنیا کا کوئی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس قرارداد کی حمایت خواہ کوئی ایک فرد کرتا ہو یا کوئی جماعت، قرآن وسنت کے مطابق مردود ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی سازش ہے، جس کے ذریعے نہ ختم ہونے والی جنگ کو مزید ہوا دینا، لوگوں کے درمیان نفرتیں پھیلانا اور ملک میں فرقہ وارانہ تشدد کو فروغ دینے کے لیے بنا ہے۔ ایک مسلمان اور افغانی ہونے کے ناطے میں اس معاہدے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔

عبد السلام

کابل، افغانستان

تحریک اسلامی طالبان افغانستان کی خصوصیات

شاہد غزنیوال

طالبان کی جانب سے کابل فتح کی 18ویں سالگرہ کی مناسبت سے

ہر سیاسی اور معاشرتی تحریک میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں، جو دیگر تحریکوں سے انہیں ممتاز کرتی ہیں۔ "تحریک اسلامی طالبان" جو ہماری ملکی تاریخ کے ایک حساس مرحلے میں شروع ہوئی تھی، یہ بھی ایسی ہی خصوصیات کی حامل ہے۔ تحریک اسلامی طالبان کا آغاز خانہ جنگی کے دور میں ملک پر قابض شرپسندوں کے خاتمے کے لیے ہوا تھا۔ اس کے تاسیسی اور عام ارکان کی اکثریت سابقہ فوجی اور عسکری طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح کی ایک فوجی تحریک اور ان کے کردار پر یقینی طور پر حالات کا اثر پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کی قوت برداشت کم ہوتی ہے اور ہر معمول کے واقعے پر یہ لوگ فوری ردعمل دکھاتے ہیں۔ ان تحریکی افراد کی یہ نازک طبعی ہم نے روس کے خلاف جہاد کے دور میں بھی دیکھی ہے اور آج کی دنیا میں عالمی سطح پر کام کرنے والی جہادی تنظیموں کی کارروائیوں میں بھی محسوس کی ہے۔ مگر تحریک اسلامی طالبان اپنی خاص خصوصیات کی بنا پر اس طرح کی نازک طبعی سے پاک ایک ایسی تحریک ہے، جس نے افراط اور تفریط سے پاک ایک درمیانے معیار پر اپنی تحریکی سرگرمیاں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ تحریک اسلامی طالبان افغانستان ملک میں اندرونی جھگڑوں کو مٹانے، تنظیمی، قومی، لسانی اور علاقائی اختلافات کے خاتمے کے لیے شروع کی گئی ایک تحریک ہے۔

اس تحریک نے اپنی 18 سالہ فوجی، سیاسی اور انتظامی تاریخ کے دوران بہت سی بلندیاں اور گہرائیاں دیکھیں ہیں۔ کسی بھی مرحلے میں اپنے اسلامی اور قومی مفادات پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ حکومت اور منصب کی لذت ان کی راہ میں رکاوٹ بنی اور نہ عالمی فوجی اور سیاسی دباؤ ان کا موقف تبدیل کرسکا۔ ملکی خود مختاری، اسلامی شریعت کی حاکمیت اور افغانوں کے درمیان قومی وحدت کی مضبوطی اس تحریک کے وہ بنیادی نعرے ہیں، جو اس نے 18 سال قبل تحریک کے آغاز کے موقع پر بھی لگائے تھے اور اب تک تمام مشکلات کے باوجود اس پر ثابت قدم ہے۔

جس کی وجہ سے اکثر وہ ممالک جو روس کے قبضے میں تھے، اُن میں اپنی آزادی سرخ لشکروں کے خلاف افغان عوام کا جہاد اور اس کے نتیجے میں کمیونسٹ استعمار کے خاتمے کے ساتھ ہی اسلامی بیداری کی روح بیدار ہوگئی۔ اور خود مختاری کے لیے جہاد اور فکری بیداری پیدا ہونے لگی۔ یہ جہادی تحریکیں وسطی ایشیا میں تاجکستان اور ازبکستان سے لے کر مشرقی یورپ میں بوسنیا، ہرزگونیا، مشرقی افریقا میں صومالیہ اور مشرقی ایشیا میں برماتک جارح قوتوں کے خلاف اپنے ملک کی آزادی اور اسلام کی حاکمیت کے لیے شروع ہوئیں۔ مگر ایک جانب ان جہادی تنظیموں کے بانیوں کی ناتجربہ کاری اور دوسری جانب ان کی شکست وریخت، کمزوری اور دشمن کا بہت زیادہ دباؤ اس بات کا باعث بنا کہ عالمی سطح پر یہ جہادی تحریکیں اور فکری اُٹھان اپنا سفر پورا نہ کرسکیں۔ ان تحریکوں اور فکری حلقوں میں سے بعض اپنے اہداف تک پہنچتے پہنچتے مقاصد سے انحراف اور موقف میں تبدیلی کا شکار ہوگئیں یا آپس کے اندرونی اختلافات اور شاخوں میں بٹ جانے سے خود بخود ختم ہوگئیں۔ مگر طالبان تحریک باوجود اس کے کہ آغاز، حکومت اور دشمن کے خلاف ان کی مزاحمت کا سارا دور شدید مشکلات اور مسائل میں گزرا، اس کے باوجود اُس نے اپنا تشخص برقرار رکھا۔ آج 18 سال بعد بھی دنیا کی بڑی قوت امریکا اور نیٹو اتحاد کے مقابلے میں ایک واضح، طاقت ور اور تسلیم شدہ قوت کے طور پر کامیاب مزاحمت کررہی ہے۔

طالبان تحریک کی کامیابی کا راز:

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ طالبان تحریک ملکی تاریخ کے شدید ترین حالات میں اٹھی، اُنہی حالات میں اقتدار حاصل کیا اور بیرونی جارحیت کے نتیجے میں اقتدار کے خاتمے کے بعد امریکی قیادت میں عالمی صلیبی اتحاد کا مقابلہ انتہائی تلخ حالات میں کیا۔ یہ ساری مشکلات اُسے اپنے اصل اہداف تک رسائی سے روک سکیں اور نہ تحریک کو ٹکڑوں میں بانٹنے کا باعث بنیں۔ طالبان کے اس اندرونی نظم وضبط اور مضبوطی کی بنیادی وجہ مذہبی اعتبار سے اپنی قیادت کی اطاعت پر کاربند رہنا ہے، جو اسلامی ارشادات کی رُو سے اُولی الامر کی اطاعت کی صورت میں ہر مسلمان پر لازم ہے۔ دوسرا بنیادی سبب سیاسی مضبوطی ہے، جو ابن الوقت بننے کے بجائے ایک خاص شرعی موقف کے تحت ہے۔ اسی طرح طالبان تحریک میں اُن کی متحرک طبیعت بھی خصوصیات بھی ہیں۔ جن کی رعایت اس تحریک کی کامیابیوں کا اہم باعث ہے۔ طالبان نے ہر قیمت پر اپنی

اِنہی خصوصیات کا تحفظ کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

الف، شعبہ اجرائیہ

طالبان اپنی سیاسی کارکردگی میں نعروں سے زیادہ عمل پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اگر کسی کو معلومات دیتے ہیں یا ذرائع ابلاغ سے اپنے پروگراموں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں، تو صرف ان امور کے متعلق بات کرتے ہیں، جو ہو چکا ہے۔ نہ یہ کہ محض دعوے کرکے مستقبل میں ہونے والے کاموں کو بھی پورا سمجھیں۔ اسی طرح اپنے کاموں میں قابل ترجیح اور اہداف متعین کرکے ان پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ ان کے نفاذ کی خاطر قدم بہ قدم ایک ایک معاملے کی جانب توجہ دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ تمام امور ایک ساتھ لے کر چلائیں۔ اسی طرح مختلف پروگرام طے کرتے وقت ان کی عملی جانب بہت توجہ دیتے ہیں۔ جس کام کے عملی امکانات نہ ہوں، اس سے احتراز کیا جاتا ہے۔ طالبان نے اپنے پروگراموں کے تعین کے لیے ماہر، تجربہ کار اور سنجیدہ و پختہ عمر افراد کا تعین کیا ہے۔ پروگرام طے کرنے سے پہلے اس پر بہت غور کیا جاتا ہے۔ ہر کام کے دُوررس نتائج اور انجام کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس کے بعد عملی اقدام کیا جاتا ہے۔ عملی شعبے میں ان کی کامیابی اس میں ہے کہ ہر شخص ذاتی طور پر فیصلے نہیں کرسکتا۔ تمام اہم منصوبے ایک اجتماعی پالیسی کے تحت طے کیے جاتے ہیں۔

ب، دشمن کی سازشوں کا سدباب

طالبان اپنی تمام جہادی سرگرمیاں عدم تصادم کی پالیسی کی بنیاد پر مرتب کرتے ہیں۔ اُن کی کوشش ہے کہ اپنے معلوم دشمن کے علاوہ کسی اور سے بے جا تصادم نہ ہو۔ مثال کے طور پر امریکا آج عالمی سطح پر اپنے شیطانی منصوبوں پر عمل کرنے کے لیے دو بنیادی حربے استعمال کرتا ہے۔

پہلا: اسلامی ممالک میں اختلافات وانتشار کا پھیلاؤ

دوسرا: ان ممالک کے مسلمان عوام کو مذہبی، فرقہ وارانہ اور قومی تفرقہ بازیوں کے بہانے ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا۔ امریکا نے آج پوری اسلامی دنیا کو اس فتنے میں مبتلا کرکے بے چین کردیا ہے۔ مصر، شام، عراق، لبنان، لیبیا، یمن اور ہر جگہ ایک ملک کا شہری اپنے دوسرے ہم وطن کو قتل کررہا ہے۔ ان کے گھر اور مال واملاک تباہ کررہا ہے۔ امریکا اس بات کی بہت کوشش کررہا ہے کہ یہی حربہ طالبان کے خلاف بھی آزمائے، وہ چاہتا ہے یہاں افغانوں کو شیعہ سنی، طالب اور حزبی، سلفی اور مقلد وغیرہ کے نام پر اور دیگر مختلف ناموں سے تقسیم کرکے انہیں آپس میں لڑادے۔ مگر طالبان کی کوشش ہے کہ اس طرح کے اختلافات سے خود کو دور رکھیں۔ کیوں کہ ان کے سامنے ان کا اپنا اصل ہدف امریکا ہے۔ اگرچہ امریکا نے طالبان کے خلاف اربکی سازی کا خطرناک سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، جس نے طالبان کے لیے شدید پریشانی کے حالات پیدا کردیے ہیں، مگر طالبان نے اربکیوں کے خاتمے اور انہیں مارنے کے بجائے اپنی انتظامی تشکیلات میں دعوت وارشاد کے نام سے کمیشن قائم کیا، جس نے پرامن طور پر دشمن کے خطرناک منصوبوں کا ایسا خاتمہ کردیا کہ ان کے شر سے خود بھی محفوظ رہے اور عوام کو آئندہ کی دشمنیوں سے بھی بچالیا۔ جہاں طالبان کی یقینی طور پر اربکیوں سے مڈبھیڑ ہو، ہو وہاں بھی ضرورت کی حد تک ان کے خاتمے کی اجازت دی جاتی ہے۔

طالبان کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے تمام پروگرامز علماء اور قومی رہنماؤں کی مشاورت سے جاری کرتے ہیں۔ ان کی یہی خصوصیت طالبان اور عوام کے درمیان گہرے رشتے قائم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ طالبان ان تمام کاموں سے خود کو بچاتے ہیں جس سے عوام میں ان کے خلاف بدظنی یا بیزاری پیدا ہو۔ کیوں کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ عوام ان کے لیے پناہ گاہ اور مورچے کا کام دیتے ہیں۔ اس لیے وہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہر لحاظ سے اس مورچے کو مضبوط اور محفوظ رکھیں۔ تاکہ ان کی حمایت کے وسیلے سے خود کو دشمن کے تمام ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھیں۔

ج: مذہبی احکامات کا نفاذ

طالبان اپنا مذہبی نظریہ شریعت اسلامیہ کی فقہی توجیہات کی روشنی میں عملی طور پر نافذ کرتے ہیں۔ ان مذہبی احکامات پر عمل درآمد کے وقت جذباتیت اور ایک دوسرے پر غلط فتوے اور احکامات صادر کرنے سے سختی سے اجتناب برتتے ہیں۔

د: شفاف مالی نظام

طالبان نے مالی نظام شفاف رکھنے کے لیے خاص قوانین وضع کیے ہیں۔ جس کی پابندی ہر فرد پر لازم ہے۔ اس معاملے میں اگر کوئی ذرا برابر بھی غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے، تو اس کی روک تھام کی جاتی ہے اور ضرورت پڑنے پر ایسے عناصر کو سزا بھی دی جاتی ہے۔ مگر ان تمام خصوصیات اور کمالات کے ساتھ ساتھ طالبان میں انسانی طبیعت کی بنا پر کچھ خامیاں بھی ہیں۔ ایسی خامیوں کو انسانی خطاؤں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اللہ کرے یہ اسلامی تحریک اسلام اور ملک کی دفاع میں پوری طرح کامیاب رہے اور تمام خامیوں سے پاک ہوکر دین وملت کی خدمت کرے۔

آپ نے اعتراف کیا ہے!

محمد فرہاد جانباز

آپ کو یہ اعتراف اس لیے کرنا پڑا ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی قوت، طاقت اور جذبہ اسلام کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ یہ ایک تاریخ ہے کہ جب بھی اہلِ اسلام اپنے ذاتی مفادات سے ہٹ کر، باہمی چپقلش بھُلا کر اور اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کو بلند کرنے کی خاطر دین و دنیا کے دشمنوں سے ٹکرائے ہیں، تو وہ ہمیشہ کامیاب ہی ہوئے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ وہ کامیاب ہو کر لوٹنے کے بجائے آگے ہی آگے بڑھے ہیں۔ اسلام کی یہ خصوصیت عجیب وغریب ہے۔ اس کو جتنا دبایا جاتا ہے، یہ اُتنا ہی اُبھرتا چلا جاتا ہے۔ آپ نے اسلام کو ہسپانیہ میں دبانے کی کوشش کی۔ اسلام کی ترقی کا گلا مصر میں بھی گھونٹا گیا۔ ہمارے مذہب کی راہ میں فلسطین میں بھی روڑے اٹکائے گئے۔ اس دین کو افغانستان میں بھی فنا کرنے کی کوشش ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے اس آخری قانون کو عراق وشام میں بھی تہِ تیغ کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، فلپائن، مالی، سنکیانگ، برما اور افریقا میں اسلام مخالف چلائی گئی ہوائیں آپ کے بہترین منصوبہ جات کی ایک مُنہ بولتی سازش ہیں۔

لیکن بالآخر کیا ہوا؟ کیا نتیجہ آپ کی توقعات کے مطابق برآمد ہوا ہے؟ آپ کے پاس "پلان اے، بی اور سی" کی دل چسپ اور حوصلہ افزا اختراعات بھی ہیں۔ آپ کے پاس جنگی چال کے طور پر ہاتھی کے دانت بھی موجود ہیں۔ دنیا کو اپنا چہرہ دکھانا ہو تو ظاہر کچھ کرتے ہیں اور اپنے بغض کی وجہ سے اسلام کو کچّا چبا ڈالنے کا ارادہ ہو تو دوسرے دانتوں سے کام لیتے ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود کیا اسلام ہار گیا ہے؟ اسلام سمٹ کر دنیا کا پونے دو فیصد رہ گیا ہے؟ اور کیا جہاد ختم ہو گیا ہے یا بڑھ کے امریکا کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ہوتے ہوئے۔"میجر جنرل ہیرالڈ گرین" تک پہنچ گیا ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کا جواب انھی سے لیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ برطانیہ کے سابق فوجی سربراہ "جنرل سر پیٹر وال" نے کہا ہے:"فوجی حکام نے افغانستان میں دہشت گردی خلاف جنگ کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ عراق اور افغانستان دونوں ملکوں میں غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا: افغانستان میں محدود مقاصد حاصل کرنے کے لیے موجود فوجی افرادی قوت کافی تھی، لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں کُھل کر اپنے اس غلط اندازے کا اعتراف کرتا ہوں۔ 2004ء کے بعد نیٹو سے کیے گئے ایک معاہدے کے مطابق انہوں نے اپنے اہداف حاصل کرنے کے لیے مزید 3300 فوج بھیجی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اب حالات میں بہتری آئے گی، لیکن یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اسی لیے امریکا اور برطانیہ نے افغانستان میں تیرہ سال سے جاری فوجی آپریشن ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ جس کے بعد افغان صوبے ہلمند میں موجود امریکی فوج کے زیر کنٹرول "لیتھرنیک بیس" اور برطانوی افواج کے زیر استعمال کیمپ پر نصب امریکی و برطانوی جھنڈے اتار دیے گئے ہیں، جہاں 40 ہزار سے زائد فوجی اہل کار رہائش پذیر تھے۔ اس اعلان کے بعد افغانستان کی نو منتخب حکومت کے صدر اشرف غنی اور افغانستان کی انتظامیہ کو اکیلے ہی طالبان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ کیوں کہ اب انتہائی قلیل تعداد میں ہی امریکی فوجی افغانستان میں موجود رہیں گے، جو صرف افغان فوجیوں کی تربیت کے شعبے سے منسلک رہیں گے۔ جب کہ افغان حکومت کے پاس تین لاکھ کے لگ بھگ فوجی اور پولیس اہل کاروں کی ایک کھیپ موجود ہے، مگر ان سیکورٹی اہل کاروں کا کوئی نظریہ کوئی قومی یا عالمی تناظر نہیں ہے۔ اُن کی ملک و قوم سے کوئی جذباتی وابستگی نہیں ہے۔ ان کا ضمیر اس بھیانک احساس تلے دبا جا رہا ہے کہ وہ غیر ملکیوں کی پیداوار ہیں۔

ایسی فوج کچھ بھی نہیں کر سکتی، جس کا کوئی وژن ہی نہ ہو۔ ایک افغان فوجی نے تو ملکی خبر رساں ادارے سے گفتگو میں کہا: "امریکی نہیں ہوں گے تو ہماری حیثیت طالبان کے سامنے وہی ہوگی، جو بھیڑیے کے سامنے بھیڑ کی ہوتی ہے۔" گویا افغان فوجی اس حقیقت کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ طالبان ہم سے بہت زیادہ طاقت ور ہیں۔ ہم اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسری جانب اعلانِ انخلا کے بعد افغانستان کے وزیر داخلہ "عمر داود زئی" نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ جب کہ طالبان شروع دن سے کہہ رہے ہیں کہ امریکا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر چلا جائے، ہم اُس کے اس عمل کا خیر مقدم کریں گے۔ لیکن لاتوں کے بھوت کو باتوں کی سمجھ نہیں آرہی۔ اب امریکا کی صورتِ حال ایسی ڈبلی ہوئی جارہی ہے کہ تاریخ اس پر حیران ہے۔ امریکا نے طالبان کو ہرانے کے بجائے مہنگے داموں پسپائی اور شکست خریداری کی تجارت شروع کر دی ہے۔ دوسال قبل کے امریکا کی جانب سے جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق افغانستان پر 600 ارب ڈالر خرچ ہو گئے ہیں۔ جب کہ آزاد ذرائع کا اصرار ہے کہ امریکہ نے افغانستان میں گیارہ سال میں ایک ہزار ارب ڈالر سے امریکی فوجیوں کی لاشیں خریدی ہیں۔ بلاشبہ یہ جنگی تاریخ کی مہنگی ترین شکست ہے۔

دنیا کے سپر پاور بننے والے امریکا نے یہ کاروبار عرصۂ دراز سے شروع کر رکھا ہے۔ ایک رپورٹ کی رُو سے امریکا کے ویت نام میں مرنے والے فوجی، افغان جنگ میں مارے جانے والے افراد سے 40 گنا کم فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ وہ امریکا کی ایک مہنگی ترین جنگ تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا بہادر نے جو جنگیں لڑی ہیں، ان کے اعداد وشمار درج ذیل ہیں:

1... کوریا کی جنگ: 1950-1953۔ یہاں امریکا نے 3لاکھ 26ہزار 8 سو تریسٹھ فوجی کھپائے تھے۔ جن میں سے 36ہزار 5 سو چوہتر فوجی ہلاک اور 10 ہزار تین سو 84 فوجی زخمی ہوئے۔ جب کہ اخراجات کی مد میں 30ارب امریکی ڈالر، جو 2008ء کے مطابق 320 ارب ڈالر بنتے ہیں، خرچ ہوئے۔ 2... ویتنام کی جنگ: 1964-1973۔ اس جنگ میں امریکا نے 5لاکھ 49ہزار فوجی تعینات کیے۔ جن میں سے 58ہزار 209 فوجی ہلاک اور ایک لاکھ 53ہزار زخمی ہوئے۔ اور اس شکست کی خریداری میں 111 ارب ڈالر خرچ ہوئے۔ جو 2008ء کے مطابق 686 ارب ڈالر کے برابر تھے۔ 3... خلیج کی جنگ: 1990-91۔ امریکا نے اس جنگ میں 6لاکھ 94ہزار 550 فوجی استعمال کیے۔ جب کہ 382 فوجی مارے گئے اور 467 فوجی زخمی ہوئے۔ اور اس شکست کی خریداری میں 61 ارب ڈالر کے اخراجات ہوئے، جو 2008ء کے مطابق 96 ارب ڈالر کے برابر تھے۔

4... عراق کی جنگ: 2003-2009۔ امریکا نے صدام حسین کے ملک میں ایک لاکھ 15ہزار فوجی تعینات کیے تھے۔ جن کی تعداد 2003ء میں دو لاکھ 50ہزار تھی۔ جب کہ زخمی ہونے والوں کی تعداد 31ہزار 557 تھی اور 648 ارب ڈالر کے اخراجات ہوئے۔

5... افغان جنگ: 2001-2009۔ امریکا نے افغانستان کے اس قبرستان میں 71ہزار فوجی بھیجے تھے۔ جن میں 30ہزار کا اضافہ ہونے کے بعد یہ تعداد ایک لاکھ ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جب کہ 2008ء تک ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد 929 تھی اور زخمی ہونے والے 4ہزار 334 فوجی تھے۔ جب کہ طالبان سے خریدی گئی اس شکست کی قیمت 171 ارب ڈالر سے کہیں زیادہ ہے۔

دوسری طرف روس نے بقول ایک افغان بادشاہ کے "پتھروں اور مردوں کی اس سرزمین" سے سالانہ دو بلین ڈالر خرچ کر کے پسپائی کا راستہ خریدا تھا۔ جب کہ امریکا ابھی تک 700 بلین ڈالر خرچ کر چکا ہے، لیکن واپسی کا کوئی صاف راستہ نہیں مل رہا۔ امریکی جنرل صاحب! آپ نے اعتراف کیا، ہمیں بہت اچھا لگا ہے۔ لیکن تقاضا اس بات کا ہے اب کفریہ طاقتیں مسلمانوں کی طاقت کے بارے غلط اندازے لگانے سے گریز کریں۔ ورنہ ساری زندگی غلطیاں کر کے اعتراف کرتے ہی گزر جائے گی۔

کابل کی فتح جنگی تاریخ کا انوکھا کارنامہ

قاری حبیب

طالبان نے 15 محرم الحرام 1415 ھ کو کابل شہر پر قبضہ کیا۔ یہ شہر اُس وقت ربانی کی اتحادی حکومت کے قبضے میں تھا۔ حکومت نے کابل کے گرد مورچے قائم کیے ہوئے تھے۔ طالبان نے انتہائی پیچیدہ اور وسیع جنگی پروگرام کے نتیجے میں اسے فتح کیا۔ افغانستان کی معاصر تاریخ میں جنگوں اور عسکری فتوحات کے بہت واقعات ہیں۔ مگر اس نوعیت کا یہ واحد واقعہ تھا کہ ایک ہی مرتّب پلان کے مطابق ہونے والے حملے میں کوئی فریق ملک کے دارالحکومت پر قبضہ کرے۔ طالبان کی جانب سے کابل پر قبضہ تاریخ کا ایسا ہی بے مثال کارنامہ تھا۔

طالبان عقیدے اور جہادی جذبے کا حوصلہ لے کر لڑتے ہیں۔ شروع ہی سے ان کی جنگی پیش رفت نے عسکری تجزیہ کاروں کو جھنجوڑ دیا تھا۔ کابل کی فتح سے پہلے ملک کے جنوب اور مشرق میں طالبان کی تیز رفتار پیش رفت اتنی اچانک تھی کہ اکثر عسکری مبصرین اس کا تجزیہ کرنے سے عاجز آگئے۔ کسی نے اسے پاکستان کی مداخلت کہا اور کسی نے طالبان کو سابقہ کمیونسٹ قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ اُن دنوں بہت سے بے خبر لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ طالبان کی قیادت سابقہ کمیونسٹ "شاہ نواز تنی" کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے قندہار ضلع پنجوائی کے گاؤں "تلوکان" کے رہنے والے اور کمیونزم کے خلاف جہاد کرنے والے مشہور کمانڈر ملابور جان شہید، جو اس وقت طالبان کے کمانڈر تھے، کے خلاف بھی یہی پروپیگنڈہ کیا۔ طالبان کی عسکری قیادت شروع میں معروف مجاہد ملا محمد شہید کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے قبل وہ روس کے خلاف کافی عرصے تک لڑتے ہوئے ایک تجربہ کار مجاہد بن چکے تھے۔ انہوں نے بہت جلد افغانستان کے جنوب میں مسلح جنگ جوؤں کا خاتمہ کر دیا۔ ان کی جنگی پالیسی کے متعلق اس دور کے مجاہدین کہتے ہیں وہ اکثر رات کو دشمن پر حملہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحافی نے ان سے پوچھا: "آپ رات کو کیوں حملہ کرتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "رات کے وقت دشمن پر اچانک حملے سے وہ بہت جلد گھبراہٹ کا شکار ہو کر بھاگ جاتا ہے۔ میرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن جلد از جلد میدان چھوڑ کر بھاگ جائے، تاکہ دونوں جانب زیادہ خون نہ بہے۔ ان کے اسی طریقہ کار کی برکت سے جنوبی صوبوں میں دونوں جانب سے بہت کم جانی نقصان ہوا۔

قندہار پر قبضے کے بعد جب طالبان کی فوج مغرب اور مشرق کی جانب گئی، تو مغرب میں اس کی کمان ملا محمد اخوند نے سنبھالی اور مشرق میں قیادت کی ذمہ داری ملابور جان شہید کر رہے تھے۔ ملابور جان کا سب سے بڑا کارنامہ دارالحکومت کابل کی فتح تھی۔ مگر فتح کی خوشی وہ اپنی حیات میں نہ دیکھ سکے۔ کیوں کہ مکمل فتح سے چند ہی لمحے قبل وہ شہید ہو گئے۔ کابل پر قبضے کے لیے ملابور جان اخوند کی اسٹریٹجی بہت کامیاب رہی۔ انہوں نے دشمن کو ایک وسیع علاقے میں جنگ میں مصروف رکھا۔ یہاں تک کہ جنگ کے آخر میں دشمن کو شکست پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے اپنی تحریک کا آغاز گردیز سے کیا تھا۔ "میرزکہ" اور "زازی احمد خیل" پر قبضہ کیا، جو اس وقت تک سیاف اور حکمت یار کے لوگوں کے قبضے میں تھے۔ اس کے بعد زازی اریوب پر قبضہ کیا۔ یہاں سے ازرہ اور حصارک پہنچے۔ یہاں سے کچھ لشکر جلال آباد، کنڑ اور لغمان کی فتح کے لیے گئے اور دیگر نے کابل پر مختلف اطراف سے حملے کی تیاری کی شروع کر دی۔ چند دن بعد ننگرہار پل سرخکان اور حصارک سے ایک ساتھ حملہ کیا گیا۔ مسلسل حملوں سے حکومتی افواج کا حوصلہ توڑ کر رکھ دیا۔ انہیں اس بات پر مجبور کر دیا کہ فرار کی راہ اختیار کریں

طالبان کی اس جنگی حکمت عملی کے متعلق ان کے شدید مخالف احمد شاہ مسعود بھی تعجب کا اظہار کرتے تھے۔ کابل سے فرار کے بعد "سید آقا سان چارکی" کے بقول احمد شاہ مسعود نے خن جانو کے ایک اجتماع میں طالبان کی پیش رفت کو انتہائی حیران کن قرار دیا۔ عسکری اصولوں کے رموز سے آشنا مسعود نے کہا:

"یک عمل تهاجمی نیازمند چندین روز برنامه ریزی و اکملات است اما شگفت آور این است که طالبان در یک شب، به شش تا هفت عملیات تهاجمی پشت سرهم دست می زنند و آن چنان با سرعت و گستاخی عمل می کنند که هر مقاومتی را در مقابل خود می شکانند۔" ترجمہ: "ایک گروپ حملے کے لیے کئی دنوں کے منصوبے اور بہت سے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ طالبان ایک رات میں چھ یا سات گروپ حملے کر دیتے ہیں اور اتنی تیزی اور بے باکی سے کام کرتے ہیں کہ ان کا مقابل خود بخود شکست کھاجاتا ہے۔

کابل کی فتح کو عالمی میڈیا نے بھی بے مثال قرار دیا۔ انتھونی ڈیوس نامی ایک مغربی صحافی نے لکھا ہے: "طالبان نے مسلسل حملوں سے "شوری نظار" کے فوجیوں کو مکمل طور پر نڈھال کر دیا اور ان کا سارا حوصلہ چھین لیا۔ طالبان نے پکتیکا، لوگر، ننگرہار، کنڑ اور لغمان کے علاقے پے درپے فتح کیے تھے۔ احمد شاہ مسعود کا خیال تھا اب وہ بہت تھک چکے ہوں گے اور سروبی پر قبضے کے بعد کافی آرام کے بعد کابل پر قبضے کی تیاری کریں گے۔ مگر طالبان نے بلا کسی وقفے کے کابل پر حملہ کر دیا۔ طالبان نے نہ صرف کابل فتح کیا، بلکہ اس وقت تک آگے بڑھتے رہے جب تک احمد شاہ مسعود نے "دالان سنگ" کے درے میں دھماکہ کر کے اسے بند نہ کر دیا تھا۔ برطانوی صحافی ڈیوڈ لائن نے افغانستان کے عسکری امور کے ایک ماہر کا تبصرہ نقل کرتے ہوئے کابل فتح کو ان الفاظ سے تعبیر کیا: "یہ ایک متحرک جنگ کی بہت عجیب اور حیران کن مثال تھی۔ جنگی تاریخ میں اب تک کسی بھی جنگ جو گروپ نے اتنے وسیع پیمانے پر اتنی پیچیدہ کارروائی نہیں کی۔ کابل کی فتح سے طالبان کے تمام مخالفین بیدار ہونے لگے ہیں۔" انہوں نے مختلف پروپیگنڈے شروع کر دیے۔ کچھ لوگوں نے بلا کسی ثبوت کے الزام عائد کیا کہ اس جنگ میں پڑوسی ممالک شریک تھے۔ جتنے مُنہ، اُتنی باتیں۔ مگر یہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ تعالی کی نصرت تھی۔

اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے: "جو لوگ میری رضا کی خاطر جہاد اور کوشش کرتے ہیں، میں انہیں راستہ دکھاتا ہوں۔ کابل کی فتح میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالی نے انہی طالبان کو، جنہیں دشمن قابل اعتنا تک نہ سمجھتا تھا، اتنی بڑی کامیابی دی کہ شر وفساد کے تمام لشکروں کا آخری بارڈر تک جا کر صفایا کیا۔

اب بھی بہت سے بے خبر تجزیہ کاروں کا یہی خیال ہے کہ امریکا کے سائے تلے قائم پایہ تخت کو گرانا ایک ناممکن کام ہے۔ امریکا کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کو یہ صلاحیت حاصل نہیں کہ آمنے سامنے کی لڑائی میں کوئی بڑی کامیابی حاصل کریں۔ میری رائے میں تو ان لوگوں کو اپنے اس موقف پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ جنگ ایک انتہائی پیچیدہ معاملہ ہوتا ہے۔ جس کے انجام کے متعلق فیصلہ کن موقف اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے امریکی سائے میں قائم حکومت بھی گر جائے۔ جیسا کہ 1975 میں امریکی سائے میں قائم ویت نام کی حکومت گر گئی اور امریکیوں نے بھاگ بھاگ کر جان بچائی۔ افغان دارالحکومت کابل کی فتح امریکی غاصبوں کے لیے عبرت کا ایک باب ہے، جس سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔

★★★

اُف! یہ قوم فروشی

حالیہ دور میں جس طرح کابل کے بے ضمیر حکمران مغرب کے سامنے سربہ سجود ہوئے اور غیروں کی خفیہ ایجنسیز کی چاپلوسی اور ان کی خدمت میں دن رات ایک کر دیے، آج کے بعد ہمیں چاہیے ہم ان کا نام بھی مُنہ پر لانا گوارہ نہ کریں۔ کاش ہماری عوام بے خبر نہ ہوتی اور یہ سمجھ لیتی کہ کابل میں ہمارا کوئی لیڈر نہیں ہے۔ ورنہ ہمیں روز روز نئے مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ موجودہ سیاسی لیڈرز عملاً اور فعلاً سی آئی اے کی خوراک کھا رہے ہیں۔ امریکا اور اس کے اتحادی انہیں ایک حربے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ یقیناً یہی لوگ ہماری مجاہد ملت کو بدنام کرنے کے درپے ہیں۔ لمبے چوڑے طریقے سے صدر کے انتخاب کا عمل، کچھ بھی اختیار نہ ہونے اور اتنی سازشوں کے باوجود اتحاد کا قیام کن لوگوں کا کام ہے؟ اس لمبے چوڑے مسئلے کے حل کے لیے امریکی وزیر خارجہ کا بار بار آنا جانا اور ان کے دستخط شدہ احکامات کو پورا کرنا، کیا یہ آزاد اور خود مختار افغان حاکم کی پہچان ہے؟ کابل کے بے ضمیر حکمران اور ان کے معاونین کا امریکا اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ غلامی کے معاہدے پر دستخط کا کیا مطلب؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے انتخاب کے اس ڈرامے اور نئے چہروں کی تبدیلی امریکی منصوبوں کی تکمیل کے لیے پُرزے بدلنے کے مترادف ہے۔ ان کے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے دعوے حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ صد افسوس! قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند۔ اب عوام کو حقیقت حال سمجھ لینی چاہیے۔ امریکا اور ان کے درمیان ہونے والے معاہدے پر دستخط ہماری آزادی کو سلب اور قتل کرنا ہے، لیکن امریکا اور اس کے اتحادیوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ افغانستان کا ہر غیرت مند بچہ تمہارے ان غلیظ منصوبوں سے واقف ہے۔ اللہ تعالی ضرور امریکا اور اس کے غلاموں کی کوششوں کو خاک میں ملا دے گا۔

MAERSK
SEALAND

اشرف غنی کے خلاف جاگنا ہو گا

ابو ظہیر

امریکا کے ارادے اور مرضی کے مطابق اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ نے مشترکہ حکومت کے حلف کی تقریب کے دوسرے روز "امن معاہدے" پر دستخط کر دیے۔ امن معاہدہ وہ معاہدہ ہے، جس کی رُو سے افغانستان امریکا کی ایک کالونی بن جائے گا۔ صدارتی محل میں امریکا کے سفیر "جیمز کننگم" اور قومی سلامتی کے مشیر "حنیف اتمر" کے ہاتھوں دستخط کے بعد معاہدے کی دستاویز امریکا کو دی گئی۔

یہ بات واضح ہے کہ ہر حریت پسند افغان امریکا کے ساتھ اس معاہدے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اس اقدام کو قوم اور تاریخ دونوں کے حق میں ناقابل فراموش جرم قرار دیتا ہے۔ اس معاہدے کو ملک کے لیے ایک بڑی تباہی کا باعث گردانتا ہے۔ جو آئندہ نسلوں کے لیے انتہائی پریشانیوں سے بھرپور اور بُرے انجام سے دوچار کرے گا۔ خطے کے سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق امریکا نے اشرف غنی اور عبداللہ کو اسی لیے حکومت دی ہے کہ امریکی مفادات کی خاطر متعین کردہ اہداف اور استعماری تزویراتی چالوں پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔ امریکا کو پیش آنے والی مشکلات، چیلنجز اور رکاوٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ افغانستان میں دائمی فوجی اڈوں کا قیام ان کی اول روز سے ترجیح رہی ہے۔ تاکہ اس ذریعے سے افغانستان کے جغرافیائی محل وقوع سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاسکے۔ خطے میں اپنا جاسوسی سسٹم مضبوط کر کے مزید وسعت دے سکے۔ پڑوسی ممالک کے میں استعماری اہداف کی نگرانی اور منصوبہ سازی کر سکے۔ علاقائی رقابتوں اور ہنگاموں کو جاری رکھ سکے۔

یہ فطری بات ہے کہ پڑوسی ممالک اگرچہ بظاہر خاموش رہیں گے، مگر اپنا خاموش رد عمل دکھانے سے وہ کبھی نہیں رُکیں گے۔ جس سے ہمارا جنگ زدہ ملک اور بھی جنگوں اور مشکلات میں مبتلا ہو جائے گا۔ موجودہ اندرونی جنگوں کے علاوہ افغانستان خطے میں ایک بڑی جنگ کی نذر ہو جائے گا۔ افغان سرزمین ایک طویل رقابت اور جنگ کے لیے گرم میدان جنگ بن جائے گی۔ یہاں جاری آگ اور خون کی بارش ختم نہیں، بلکہ مزید تیز اور طویل ہو گی۔ یہاں رہنے والے امریکی فوجیوں کو اس معاہدے کی رُو سے ہر طرح کا عدالتی تحفظ حاصل رہے گا۔ ان کی جانب سے افغان عوام پر تشدد اور ان کے قتل کے واقعات بڑھ جائیں گے۔ ایک امریکی فوجی اگر ہزاروں افغانوں کو قتل کرے گا، تب بھی افغانستان کے قانون کو ان پر مقدمہ چلانے کا اختیار نہیں ہو گا۔ گزشتہ تلخ تجربات کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس غیرت باختہ معاہدے کے باعث مستقبل میں افغان عوام خطرناک حالات سے دوچار ہو جائیں گے۔ معاہدے پر دستخط کے بعد پکتیا اور دیگر علاقوں میں بڑی تعداد میں عام لوگ کو شہید کرنا ان وحشتوں کی تازہ مثالیں ہیں۔ امریکی فوجیوں کی جانب سے عوام کے قتل کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ کوئی بھی افغانوں کے قتل عام اور ان پر تشدد کا نوٹس نہیں لے گا۔ اس طرح پورے ملک پر مظالم کا ایک بھیانک سیلاب اُمڈ آئے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہر افغان فرزند ابھی ہی سے بے حمیتی کے اس معاہدے کو تسلیم کرنے کی بجائے اس دائمی ظلم اور بے انصافی سے خود کو آزاد رکھے۔ امریکا کے ان ناروا مظالم کے خلاف عوامی بیداری اور نفرت کا اظہار کرے۔ پورا ملک ایک آواز ہو کر امریکا کے اس ناروا اقدام کی مخالفت کرے اور صلیبیوں کے عزائم کو ناکامی سے دوچار کر دے۔ خدانخواستہ اگر ہم نے ابھی حالات کی نزاکت کو نہ سمجھا اور اس ظالمانہ معاہدے کے خلاف آواز بلند نہ کی، آپس میں متحد نہ ہوئے تو آئندہ نسلیں اور تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اس مجرمانہ غفلت کو سخت الفاظ میں یاد رکھا جائے گا۔

لیکن افغان عوام کی غیور تاریخ اور عظیم کارنامے ہمیں اطمینان دلاتے ہیں کہ استعمار کے مقاصد اور ارادوں کے خلاف کبھی سر نہیں جھکائیں گے۔ اس کے خلاف وسیع پیمانے پر رد عمل سامنے آئے گا۔ یہاں تک کہ امریکی اڈوں کے اندر رہنے والے جارحیت پسندوں کی کھوپڑیاں انتقام کی ایک نئی داستان سنا رہی ہوں گی۔ یہ افغان عوام کا دینی، قومی اور تاریخی فریضہ ہے۔

دو کٹھ پُتلِیاں

حبیب اللہ

کئی ہفتوں سے جاری حریفوں کی ڈرامائی کوششیں انتہائی شرمناک طریقے سے اختتام کو پہنچی ہیں۔ کابل میں ایک مشترکہ حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس کے صدر اشرف غنی احمد زئی اور چیف ایگزیکٹو عبداللہ عبداللہ ہیں۔ اشرف غنی کی بڑی کامیابی یہ تھی کہ اُن کی صدارتی محل پر قبضے کی خواہش پوری ہوگئی ہے۔ شمالی اتحاد سے کوئی پُرتشدد اختلاف کیے بغیر انہیں کرسی مل گئی۔ جب کہ عبداللہ عبداللہ کی بڑی کامیابی یہ تھی کہ کابل حکومت کو ایک مرکزی شخصیت سے ہٹاکر منتشر فیڈرل سسٹم یا ریاستی نظام کی جانب منتقل کر دیا گیا۔ انہوں نے اس میں اپنے لیے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ بنا لیا۔ اس کے علاوہ انتخابات میں فیصلہ کن اکثریت اور کامیاب اور ناکام امیدوار کے فیصلے کا اختیار بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر عوام جانتے ہیں در حقیقت یہ دونوں مغربی کٹھ پتلیاں ہیں۔ ان کے پاس ایک قومی حکومت کی تھیوری ہے اور نہ ہی اسلامی نظام حکومت۔ یہ سب مغرب کی چالیں ہیں، جن کے پنجروں میں ان جیسے اور بھی کئی پرندے قید ہیں، جو انتہائی سستے داموں اپنے عوام کا سودا کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ ان جیسے لوگوں کو اختیارات کی منتقلی اگرچہ بذاتِ خود ایک سانحہ ہے، مگر سب سے مخدوش پہلو یہ ہے کہ ان کے اقتدار سے اسلام، مسلمانوں اور ملکی جغرافیے کو خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہ خطرہ صدر کی جانب سے انتہائی عجلت میں امن معاہدے کے نام پر وطن فروشی کے معاہدے پر دستخط کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے۔ میڈیا رپورٹس کہتی ہیں کہ اشرف غنی نے حلف اٹھانے کے چند لمحے بعد بلا چوں وچرا امریکی احسانات کے زیر بار ہوتے ہوئے اس تاریخی خیانت نامے پر دستخط کر دیے۔ اشرف غنی نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ جو بھی امیدوار مقابلہ کرتا یا انتخابی مہم چلاتا، تو امریکا کو خوش کرنے کے لیے سب سے پہلے یہی بات کہتا کہ جیتنے کے بعد میرا سب سے پہلا اقدام امریکا کے ساتھ معاہدے پر دستخط کی صورت میں ہوگا۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے دوسروں پر سبقت لے گئے ہیں۔

اشرف غنی عہدِ جوانی ہی سے امریکا کے گود میں پلے بڑے تھے۔ مغرب نے دنیا کے بہت سے دانشوروں میں سے انہیں دنیا کے سب سے بڑے مفکر یا دانشور کا خطاب بھی دیا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ان کی بیوی بھی یہودی الاصل متعصب صلیبی خاتون ہیں۔ امریکا کے ہاں روسی ساختہ عبداللہ سے اُن کی مقبولیت زیادہ ہے۔ ان کو اسی مقصد کی خاطر ذہنی اور فکری اعتبار سے ایسے مراتب اور اعزازات سے نوازا گیا جس میں کرزئی کچھ وجوہات کی بنا پر ناکام رہے تھے۔ مگر مجھے افسوس افغانستان کے ان سادہ لوح اور جارحیت پسندوں کے عزائم سے بے خبر علماء، بزرگ حضرات اور عام افغانوں کی حالت پر ہے۔ جنہوں نے یا تو پشتو زبان، پشتون قوم یا اس امید پر انہیں منتخب کیا کہ وہ افغانستان کو پیرس بنا دیں گے اور یا اس بنیاد پر کہ وہ عبداللہ سے نسبتاً بہتر ہیں۔ مگر اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں کرزئی ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں یا اُن سے بھی کئی حدیں پار کر جائیں گے؟ کرزئی نے تو کھلے عام امریکا کو افغانستان کا دشمن قرار دیا تھا۔ اپنے تیرہ سالہ دور کے اختتام پر الوداعی پروگرام میں جدائی کے آنسو بھی اس بات پر بہائے کہ امریکی اس ملک میں امن نہیں چاہتے۔ امریکا نے افغانستان سے خیانت کی ہے۔ انہوں نے مغرب اور امریکا کے مرنے والے فوجیوں اور ان کے مالی نقصانات پر کوئی اظہار افسوس کیا اور نہ ہی اس الوداعی دن کو اس حوالے سے کوئی یادگار باور کیا۔ بس اس بات کا بار بار شکوہ کیا کہ "امریکا نے قیامِ امن کے لیے ان سے تعاون نہیں کیا۔ نئے صدر اشرف غنی احمد زئی امریکا کے ساتھ کام کرتے ہوئے احتیاط سے کام لیں۔"

اس میں شک نہیں کہ کرزئی بھی امریکا کے غلام بنے رہے تھے۔ جنہیں B52 طیاروں کے زور پر صدارتی محل میں بٹھایا گیا تھا۔ مگر چوں کہ وہ اسی سرزمین پر پیدا ہوئے تھے، اسی لیے ان کی طبعیت میں کچھ کچھ غیرت وحمیت کی بُو باس محسوس ہوتی رہی ہے۔ وہ کبھی کبھی امریکا پر تنقید کرتے تھے۔ وہ یا تو خود کو تاریخ کی تنقید سے بچانا چاہتے تھے یا لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے تھے؟ انہوں نے آخری دنوں میں اپنے آقا پر لفظی حملے بہت کیے۔ مگر اب بات ان دو نئی کٹھ پتلیوں تک پہنچ چکی ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ مگر آغاز ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک کی قابلِ فخر تاریخ میں ان کا نام ایک ملت فروش کی حیثیت سے لکھا جائے گا۔ یہ شاہ شجاع سے بھی دو قدم آگے رہیں گے۔

ناأہل صدر اور قیدی مجاہدین

خبیر احمد مجاہد

عید الاضحیٰ کے موقع پر دوستوں کی مختلف مجالس میں افغان صدر کے انتخاب، ان کے پہلے اقدامات اور خاص کر ان کی بے مہار گفتگو پر بحث ومباحثے جاری تھے۔ ایک مجلس میں کسی دوست نے کہا: "میں تو سمجھا تھا کہ امریکا نے اشرف غنی کو "دوسرے مفکر" کا لقب کسی قابلیت کی بنا پر ہی دیا ہوگا، لیکن انہوں نے عید کے بعد اپنے سرکاری بیان میں جو کچھ کہا، اس سے ہمارے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں اس بیان پر انہیں "مفکر اوّل" کا لقب نہ دیا جائے۔ اُن کا یہ بیان ان کے نام نہاد مفکر ہونے کے لیے کافی ہے۔" جناب صدر نے بیان میں کچھ دوسری غیر منطقی باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ: "ہم امید رکھتے ہیں کہ افغان حجاج افغانستان کے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے فریضہ حج ادا کریں گے۔" یعنی یہ کہنے کے بجائے کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ افغان حجاج بخیر وعافیت وطن واپس لوٹیں گے یا یہ کہتے کہ ہمیں امید ہے کہ افغان حجاج افغانستان کے امن وترقی کے لیے دعا مانگیں گے۔ اشرف غنی نے حج کو بھی ایک امریکی اور برطانوی میٹنگ سمجھا اور کہا کہ افغان حجاج سارے افغانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حج ادا کریں۔ یعنی کہ دوسروں کے ذمے یہ فرض باقی نہ رہے۔

اس دوست نے مزید کہا کہ اشرف غنی کا یہ بے ربط بیان اتنا مضحکہ خیز تھا کہ پیچھے کھڑا "گل مرجان" بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کرسکا اور بہت دیر تک زیر لب مسکراتا رہا کہ چلو اچھا ہوا کہ افغانوں پر پہلی عید کو ہی تیری اصلیت آشکار ہوگئی ہے۔

دوسرے دوست کا کہنا تھا کہ اشرف غنی کے ان بے سروپا بیانات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں ایک ایسے شخص کو کابل کی مسند اقتدار پر بٹھایا گیا ہے، جو تین چار جملوں کو ترتیب دینے سے بھی قاصر ہے۔ (حالانکہ یہ ان کا پہلا سرکاری بیان تھا) جتنا وہ یہی الٹے سیدھے بیانات دیتے رہیں گے، اتنا ہی مجاہد افغان عوام کے مفاد میں ہے۔ کیوں کہ موجودہ زمینی حقائق کے مطابق تختِ کابل پر مسند نشین ہونے کا صرف وہ شخص اہل ہے، جو امریکی مفادات کی چوکیداری میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو۔ ایسے شخص کو سب سے زیادہ امریکی مفادات عزیز ہوں۔ آپ دیکھیں کہ اشرف غنی نے اپنی کابینہ کی تشکیل سے پہلے اور اپنے حلف کے محض دوسرے دن اسٹریٹیجک معاہدے پر دستخط کرکے اپنے آقاؤں کے ہاتھ افغانستان کی سرزمین کا سودا کیا۔ جب ایک شخص ایسے شرمناک کردار کا مالک ہو تو اس سے ایسے بیانات کی توقع ہی کی جاسکتی ہے۔ اس سے خیر کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اچھا ہوا کہ ان کے منہ سے ایسے الفاظ نہیں نکلے، جس سے لوگ دھوکہ کھا جاتے کہ یہ کرزئی سے بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ اشرف غنی سے پہلے کرزئی اپنی میٹھی گفتگو سے افغانوں کو دھوکہ دیتے رہے ہیں۔ ان کے تمام اقدامات اسلام اور افغانوں کے خلاف تھے۔ کچھ سادہ لوح لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کرزئی امریکا کے سخت مخالف اور افغانوں کے خیر خواہ ہیں۔ اشرف غنی کے بیانات بھی گمراہی اور کفریات پر مبنی ہیں۔ ان کی عملی زندگی بھی سر تا پا اسلام اور افغان ثقافت کے خلاف ہے۔ کرزئی نے اسٹریٹیجک معاہدے پر دستخط کی تائید کے لیے خصوصی طور پر "لویہ جرگہ" بلایا اور اشرف غنی نے اس معاہدے کے باقی مراحل طے کرکے "شاہ شجاع" کا لقب حاصل کیا۔

پچھلے دنوں میڈیا پر یہ خبر چلی کہ اشرف غنی صدارتی محل سے طیارے کے ذریعے رات کے اندھیرے میں پُل چرخی جیل پہنچے ہیں۔

میں یہی سوچ رہا تھا کہ شاید اشرف غنی عید کے ان مبارک ایام میں قیدیوں کو کوئی خوش خبری سنانے گئے ہوں گے۔ لیکن میڈیا پر یہی خبریں گردش کرتی رہیں کہ اشرف غنی نے جیل حکام سے ایک مشترکہ اجلاس میں کہا: "میں ملک کا صدر اور چار لاکھ فوجیوں کا کمانڈر ہونے کے ناطے تمام جیل حکام کو حکم دیتا ہوں کہ ان تمام قیدیوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے، جو طالبان، مجاہدین یا افغان فوج کے قتل جیسے مقدمات میں ملوث ہوں یا ان کے ساتھ لڑائی میں گرفتار ہوئے ہوں۔" ہونا تو یہ چاہیے تھا

بقیہ صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں۔

شریعت کا نفاذ امارت اسلامیہ کی سب سے بڑی کامیابی

حبیب مجاہد

اسلام انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے بھیجا گیا ایک مکمل نظام ہے۔ اسلامی شریعت کا بنیادی مقصد انسانوں کے دین، جان، عقل، عزت وناموس، نسل اور مال کا تحفظ ہے۔ اگر انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، تو کوئی بھی انسانی نظام انسان کو امن، خوش حالی اور عزت کا ماحول نہیں دے سکا، جتنا اسلامی شرعی نظام کے نفاذ اور شریعت کے نفاذ سے ملا ہے۔ افغانستان میں امارت اسلامیہ کے قیام نے صدیوں بعد دنیا کو اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی مثال پیش کی۔ موجودہ انسانیت کو اسلامی شریعت کی خوبیاں دکھائیں اور نتائج بہت اچھے ثابت کر کے دکھائے۔ وہ ملک جہاں انارکی اور طوائف الملوکی عروج کو پہنچ چکی تھی، محض چند محدود شرعی سزاؤں اور حدود کے نفاذ ساتھ ساتھ اسلام کے اصل چہرے کو دنیا کی آنکھوں کے سامنے لانے سے امن اور سلامتی کی ایسی فضا میسر آئی کہ دنیا کے کسی گوشے میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ملک کے طول وعرض میں شہروں اور اطراف اور حتی کے دشت وجبل کی اندھیری رات میں بھی کسی کو عدم تحفظ کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ایک افغان کی حیثیت سے میرا آنکھوں دیکھا حال ہے کہ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں ہمارے علاقے میں لوگ رات کو اپنے گھروں کے دروازے بند نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ کوئی چوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

امریکا کی آمد کے ساتھ جب افغانستان کے شہری اور مرکزی علاقوں سے امارت اسلامیہ کا اقتدار ختم ہوا، تو ایک بار پھر چوری، قتل، راہزنی، لوٹ مار اور دیگر جرائم کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ باوجود اس کے کہ چالیس ممالک کی سیکورٹی قوتیں اور چار لاکھ داخلی فوجیں سیکورٹی کے چوری اور ڈاکہ زنی کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ کٹھ پتلی حکومت کی اکثر فوجیں کابل کی سیکورٹی سنبھالنے پر متعین کی گئی ہیں، مگر "محور" نامی کابل کے ایک روزنامہ اخبار کی رپورٹ کے مطابق اس سال کے دو مہینوں میں صرف کابل شہر میں چوری اور ڈاکہ زنی کے 542 واقعات رپورٹ ہوئے۔ اس رپورٹ سے کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول دیگر علاقوں کی حالت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ملک کے وہ علاقے جو امارت اسلامیہ کے زیر انتظام ہیں، وہاں ماضی کی طرح ایک بار پھر امن اور اطمینان کی فضا قائم ہے۔ وہاں کوئی گن پوائنٹ پر چوری، ڈاکہ زنی، رہزنی، تشدد یا قتل جیسے کسی بھی جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں مجاہدین کی حکومت قائم ہے۔ اگر کوئی قتل کرتا ہے، تو فوراً اس پر قصاص جاری کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی رہزنی یا اغوا کرتا ہے، تو امارت اسلامیہ کی جانب سے زمین میں فساد مچانے کے جرم کی شرعی سزا جاری کی جاتی ہے۔

اس حوالے سے مجاہدین بہت مضبوط اور لوگوں کے جان ومال کی تحفظ کے لیے تیار ہیں۔ مثال کے طور پر افغانستان کے صوبہ پکتیا کے چند واقعات کا تذکرہ کریں گے، جہاں مجاہدین نے شریعت کا نفاذ کر کے عوام کو امن اور اطمینان کی زندگی بخش دی ہے۔

چند ہفتے قبل پکتیا ضلع زرمت میں کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس ادارے کے رکن "لالو جان" نامی ایک شخص نے، جو چوروں اور اغواکاروں کے ایک گروپ کا رکن بھی تھا، جس نے تین دیگر نشئی اور آوارہ نوجوانوں: صدیق اللہ بن محمد امین، محب اللہ بن نادر اور محب اللہ بن نوراللہ کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا، تاکہ علاقے کے ایک دولت مند آدمی کے بچے کو اغوا کر کے اس سے تاوان وصول کر لیں۔ ان لوگوں نے زرمت کے علاقے اوریاخیلو سے چھ سالہ بچے کو اغوا کیا اور ایک دور افتادہ علاقے میں ایک کھنڈر نما عمارت میں بند کر دیا۔ پھر بچے کے والد کو فون کیا اور چھ ملین روپے کا مطالبہ کیا۔ بچے کے باپ نے انہیں جواب دیا کہ اس کے پاس اتنی بڑی رقم موجود نہیں ہے۔ بات چیت بند ہونے دو دن گزر گئے۔ بالآخر اغواکاروں کو مایوسی ہوئی، انہوں نے انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچے کو آگ کے داغا اور پیچ کس مار کر جسم میں سوراخ کر دیے۔ پھر گلے میں رسی ڈال کر پھانسی لگا دی۔ چھ سالہ

بچے کے قتل سے علاقے بھر میں کہرام مچ گیا۔ لوگ حیرت اور خوف کا شکار تھے۔ حالانکہ یہ واقعہ ایسے علاقے میں ہوا تھا، جو حکومت کے زیر تسلط تھا۔ مگر پھر بھی لوگ مجاہدین کے پاس درخواست لے کر آئے تاکہ ان مجرموں کو تلاش کرنے اور انہیں سزا دینے میں مدد لی جائے۔ مجاہدین نے اپنی کوششوں اور تلاش کے بعد واقعے کے ذمہ داروں کا سراغ لگایا اور چاروں مجرموں کو ڈھونڈ نکالا۔ جن میں سے تین کو مجاہدین نے گرفتار کرلیا۔ جب کہ ایک نے، جو کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس کا اہل کار تھا، انتظامیہ کی گود میں پناہ لی۔

گرفتاری کے بعد مجرموں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور واقعے کی پوری کہانی بیان کی۔ اس کی ویڈیو فیس بک پر عام لوگوں تک پہنچادی گئی۔ عام لوگوں نے جلد از جلد مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ مگر مجاہدین نے یہ معاملہ محکمہ قضاء کے پاس بھیج دیا، تاکہ قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ امارت اسلامیہ کی ابتدائی اور اعلیٰ عدالت نے واقعے کے متعلق پوری تحقیق اور تفتیش کے بعد قتل، اغوا اور فسادِ عامہ کے باعث ان تینوں کو پھانسی کی سزا سنادی۔ اسی دوران پکتیا میں قتل کا ایک اور کیس بھی سامنے آیا۔ تین ڈاکوؤں نے ایک ٹرانسپورٹ گاڑی گردیز شہر سے لوگر ضلع خروار تک کرائے پر لی۔ راستے میں ڈاکوؤں نے ڈرائیور کو قتل کرکے گاڑی ہتھیا لی۔ لیکن گاڑی ضلع خروار میں مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقے میں خراب ہوگئی۔ ایک چور اسی علاقے میں اپنے دوست کے گھر گیا، تاکہ وہاں اپنے خون آلود کپڑے بدل کر راہِ فرار اختیار کر جائے۔ راستے میں ایک مجاہد نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ اس کے کپڑے کیوں خون آلود ہیں۔ ڈاکو نے کہا کچھ نہیں، بس مرغا ذبح کیا تھا۔ مگر مجاہد نے اسے جانے نہ دیا اور کہا: مجھے ذبح کیا ہوا مرغا اور ذبح کی جگہ دکھادو۔ ڈاکو لاجواب ہوگیا اور آخر اقرار کرلیا کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کرکے گاڑی چوری کی ہے۔ مجاہدین نے اُسے اور اس کے دیگر دو ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ ان دونوں نے بھی اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ امارت اسلامیہ نے ان کے جرائم کی تحقیق کے بعد قتل اور مسلح ڈاکے کی وجہ سے انہیں پھانسی کی سزا سنادی۔

27 ستمبر کو زرمت کے علاقے گورجی میں تین اغواکاروں اور قاتلوں پر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ اس واقعے کے دو روز بعد گردیز کے مضافاتی علاقے نیستی کوٹ میں تین قاتلوں نے موٹر ڈرائیور کو قتل کردیا۔ اس کے علاوہ علاقے میں ان لوگوں نے اور بھی چوریاں کی تھیں۔ امارت اسلامیہ نے ان تینوں افراد عبدالخالق، برکت اور جانان کو پھانسی کی سزا دی۔ شرعی حدود کے نفاذ کے یہ دونوں واقعات ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ہوئے۔ پکتیا میں امارت اسلامیہ کے جہادی سربراہ گورنر مولوی عبدالکریم صاحب کہتے ہیں: "یہ شرعی حدود پورے شرعی طریقے سے نافذ کی گئیں تھیں۔ امارت اسلامیہ کے قاضیوں نے پوری تحقیق کی اور اس کے بعد شریعت مطہرہ کی روشنی میں فیصلے سنائے۔ قصاص کی اجراء کے دوران بھی لوگوں کا جم غفیر وہاں جمع تھا۔ یہ شریعت ہی کی برکت ہے کہ حد کی اجراء کے بعد لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور مجاہدین کے لئے دعائیں کیں۔ اس حد کی اجراء سے علاقے میں امن، سکون اور اطمینان کی وہ فضا بحال ہوئی، جس کی پہلے مثال بھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ حدود شریعت کے اجراء کے ساتھ حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں میں بھی ڈاکے اور اغوا کے واقعات میں کمی آگئی ہے۔ مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں اب ڈاکہ، قتل اور اغوا کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پکتیا کے شہریوں کا کہنا ہے کہ امارت اسلامیہ کی جانب سے شریعت کے نفاذ سے زندگی پر بہت مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس واقعے نے لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ ایسا کوئی نظام ہے، جو ظالم کا راستہ روکتا اور جابر کو سزا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ظلم اور زیادتی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جہادی کامیابیوں اور جارحیت پسندوں کو مار بھگانے کے ساتھ ساتھ ملک کی ستر فیصد زمین پر شریعت الٰہیہ کے احکام کا نفاذ امارت اسلامیہ کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس کی برکت سے مسلمان عوام مثالی امن اور اطمینان سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ آج کل عام فساد اور بے دینی کے پھیلنے سے پوری دنیا میں چوری، قتل، ڈاکہ زنی اور اغواکاری کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ جس سے دنیا کے پُرامن ممالک بھی محفوظ نہیں ہیں۔ انہی جرائم کی وجہ سے ہزاروں افراد روزانہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ لوگوں کا مال اور ان کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ امارت اسلامیہ کا نظام عدالت ماضی کی بہ نسبت زیادہ منظم اور معیاری ہے۔ جو رشوت یا تعلقات کی رعایت کے بغیر دینی قواعد کی روشنی میں فیصلے جاری کرتا ہے۔

جہاد اُمت کی بقاء اور عظمت کا ضامن

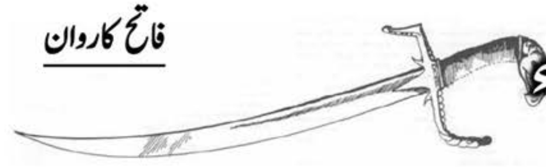

فاتح کاروان

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد اسلامی احکام کی اساس اور بنیاد ہے یعنی جہاد مسلم امہ کی بقاء، عظمت اور دنیا میں ایک خود مختار زندگی گذارنے کا ایک بہترین راستہ ہے، اگر جہاد نہ ہو تو نماز، روزہ، حج، تلاوت اور دوسری عبادات میں ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، بہت سے اسلامی ممالک کی حالت ہمارے سامنے ہے، مصر، اور بنگلہ دیش جیسے اسلامی ممالک میں مسلمانوں کی ذلت آمیز زندگی ہمارے لئے عبرت کی ایک اچھی مثال ہے، غیر مسلم دنیا کی حالت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے، فرانس، برطانیہ، امریکا، اسرائیل اور کچھ دوسرے ممالک میں تو مسلمان شدید مشکلات کا شکار ہیں، وہاں کے مسلمان تو مجبور ہیں کہ کفار کے وضع کردہ غیر اسلامی قوانین کے مطابق زندگی گذاریں، گذشتہ دنوں یہ بھی سننے میں آیا کہ ایران کے شہر زاہدان میں ایرانی انٹیلی جنس کے اہلکار اہل سنت مسلمانوں کے گھروں کی بلا وجہ تلاشی کے نام پر چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں، مساجد میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کیلئے بھی حکومت کی اجازت طلب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دوسری طرف مصر میں سینکڑوں مساجد کو مختلف بہانوں کے تحت تالے لگا دیئے گئے ہیں، بھارت کے گجرات میں تو مسلمانوں کا قتل عام روز کا معمول بن چکا ہے۔

مختصر یکہ جن علاقوں میں جہاد نہیں وہاں مسلمانوں کو کفار کی طرف سے اذیتیں دی جاتی ہیں جنہیں سن کر ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں وہ علاقے جہاں مجاہدین اور جہاد کی صدائیں بلند ہوتی ہیں ان علاقوں کے مسلمان ایک آزاد زندگی گذارتے ہیں، ان ممالک میں کفار کی نیندیں حرام ہوتی ہیں، افغانستان، فلپائن اور نائیجیریا اس کی اچھی مثالیں ہیں، نائیجیریا میں عیسائی طلباء کا اغوا نہ صرف یہ کہ مناسب اقدام تھا بلکہ یہ ایک ضرورت تھا، انہی طلباء کے اغوا سے پوری عیسائی کمیونٹی ایک خوف میں مبتلا ہو گئی ہے، بوکو حرام کے مجاہدین امریکا اور نائیجیرین حکومت کے خلاف مزاحمت میں مصروف ہیں، برما اور مصر میں اٹھنے والی جہادی تحریکوں نے امریکا اور اسرائیل سمیت پوری دنیائے کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچا دی ہے۔

جہاد کے فضائل اور فوائد کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، قرآن کریم میں سینکڑوں آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث میں جہاد کی اہمیت و فضیلت بیان ہوئی ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان امریکی ڈالرز پر ناچنے والے ایسے بہت سے افراد موجود ہیں جو ملّا اور مفتی کے نام پر عوام الناس کو جہاد سے دور لے جانے کی تگ و دو میں ہیں۔

افغانستان میں بھی امریکی جارحیت کے ساتھ ہی امریکی ڈالرز پر پلنے والے نام نہاد علماء، اینکرز اور بعض قلم فروشوں نے جہاد اور مجاہدین کے خلاف بولنا اور لکھنا شروع کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو اس صلیبی جارحیت سے قبل امریکا کے نائٹ کلبز، ہوٹلوں اور برگر شاپس میں کام کرتے تھے، لیکن آج یہاں تک پہنچے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی کے مقابلے میں میدان میں کود پڑے ہیں، دن رات کفار کی چاپلوسی میں مصروف ہیں، وہ جو اپنے آپکو علماء و مفتیان گردانتے ہیں، سیاف، کشاف، مجددی اور وقاد وغیرہ انہیں تو اللہ نے اس دنیا میں ہی ذلت سے دوچار کیا، کیونکہ ان لوگوں کا سابقہ جہاد بھی اللہ کی رضا کیلئے نہیں بلکہ ذاتی مفاد اور منصب کے حصول کیلئے تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کردی [منصب کے حصول کی] لیکن اب کفار کی غلامی نے ان کی زندگیوں کا آرام و سکون چھین لیا ہے، لوگوں میں اپنا مقام کھو بیٹھے اور ان کی طعن و تشنیع کا نشانہ بنے، آج اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے بھی تو روس کے خلاف جہاد کیا تھا لیکن امریکا کے خلاف جہاد کو دہشت گردی اور انتہا پسندی قرار دیتے ہیں آخر کیوں؟ سب سے بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ ان لوگوں کا جہاد دنیاوی مناصب کے حصول کیلئے کیا تھا نہ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اسی لئے اللہ نے انہیں ذلت اور غلامی کے یہ

مناصب عطا کر دیئے، باقی انہی آقاؤں کے ہاتھوں ان کے گھروں پر چھاپے اور بے عزتی تو ہم سب دیکھ ہی رہے ہیں۔
جہاد اللہ تعالیٰ کی رضا، مسلمانوں کی عزت اور عظمت، دین اسلام کے پھیلنے، کفار کی ذلت وشکست اور دنیا میں کفار کے ہر قسم کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کا ایک روشن اور منفرد راستہ ہے، اس جہاد ہی کی برکت سے دنیا کی فرعونی قوتیں منہ کے بل گری ہیں، اور اس جہاد ہی برکت سے اسلام کا مبارک دین دنیا کے کونے کونے تک پہنچا ہے، آج جب ہم اس مبارک دین کے پیروکار ہیں یہ ہمارا کارنامہ نہیں بلکہ یہ اعزاز اور کارنامہ ان مجاہدین صحابہ کرام کا ہے جنہوں نے مکہ اور مدینہ کے تپتے صحراؤں کے سفر کرکے بے شمار مشکلات سہہ کر اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر یہ دین ہم تک پہنچایا ہے، انہیں اللہ نے ان قربانیوں کے بدلے دنیا میں ہی اپنی رضا کی خوشخبری سنادی، ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اس مبارک دین کے احکام سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہیں عمل تو دور کی بات ہے، آج ہم مسلمان ہونے کے باوجود کفار کے سامنے بے بس ہیں، {مٹھی بھر مجاہدین کے علاوہ}، کیونکہ ہم نے اسلام کو مسجد اور مدرسے تک محدود کرلیا ہے، یہاں تک کہ ہمارے ملک میں حالیہ دنوں میں توجمہوری گائے نے ایسے بچے بھی جنے جو علماء اور مدارس کے پیچھے پڑگئے ہیں، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے ملک میں آزاد طور پر گھوم رہے ہیں لیکن ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والا کوئی نہیں اسی وجہ سے ہم اتنے پیچھے رہ گئے ہیں۔
جہاد سے انکار کفر، اس میں سستی کرنے والا گنہگار اور منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے مبارک کلام میں یہ فرمان ہے:
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ {البقرة ٢١٦}
ترجمہ: اور تم پر جنگ {جہاد} فرض کیا گیا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ جنگ تمھیں ناگوار لگتی ہے اور جو بات تمھیں ناگوار لگے شاید اسی میں تمھاری بھلائی ہو اور جو بات تمھیں اچھی لگے شاید اس میں تیرے لئے فساد ہو، اور اللہ عالم ہے {تیری بھلائی کے بارے میں} اور تم نہیں جانتے {اپنی بھلائی کے بارے میں}۔
مذکورہ آیت سے جہاد کی فرضیت اور فضیلت دونوں ظاہر ہوتے ہیں، اگر آج پوری دنیا کے مسلمان متحد اور ایک آواز ہوکر عالم کفر کے خلاف علم جہاد بلند کرتے اور کفار کے خلاف جہادی محاذوں کا رخ کرتے تو مسلمانوں کی ذلت کا یہ حال کبھی نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ ہر شخص سے عدل کا معاملہ فرماتے ہیں، ہم خود ہی اللہ کے احکامات کو پاؤں تلے روند کر اللہ کے قہر وغضب کو دعوت دیتے ہیں۔
لوگوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود جہاد جیسے مقدس فریضے سے دور بھاگتی ہے، اور پھر ایسے بے جا اور شیطانی دلائل بیان کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، جیسا کہ آج کل کے کچھ نام نہاد مسلمان جو میڈیا کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ آئیں تعلیم حاصل کریں، تاکہ ہم ٹینک اور میزائل خود ہی بنائیں اور پھر کفار کے ساتھ ان کی اپنی بنائی ہوئی ٹیکنالوجی سے جہاد کریں، حقیقت میں یہ لوگ اپنے فرار کو جواز کی سند فراہم کرنے کیلئے نت نئے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عالم اسلام میں ایسے بہت سے کم ممالک ہوں گے جہاں کفار کی موجودگی یا کسی حد تک حاکمیت نہ ہو، ان کی موجودگی مستقل ہو یا عارضی وہ کیسے مسلمانوں کے اسلحہ اور بم بنانے پر خاموش رہیں گے، مختصر یکہ اپنے ملک کے تعلیمی نصاب پر ایک نظر ڈالیں، کفار نے اس نصاب سے جہاد اور ہجرت کے تمام مضامین حذف کرلئے ہیں، فرض کریں ہم ان لوگوں کی بات مان لیتے ہیں جو تعلیم کی بات کرتے ہیں جو ٹینک اور طیارہ خود ہی بنانے کی فکر میں ہیں۔ تو کیا ملک کا موجودہ تعلیمی نصاب اس قابل ہے کہ اس کی بنیاد پر آگے چل کر ہماری یہ نئی نسل ٹینک اور میزائل بنانے کے قابل ہوجائے گی اور پھر کفار کے خلاف ان ہی اسلحوں سے لڑے گی؟ نہیں بالکل نہیں، موجودہ نصاب میں کھیل کود، میوزک، تفریح اور ہر شخص کے سامنے نرمی اختیار کرنے جیسے موضوعات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس نصاب میں عورتوں کے حقوق، ہمسایہ ممالک، اور منشیات جیسے موضاعات شامل ہیں، دل تھام کر بتائیں کہ اس نصاب سے ٹینک اور میزائل بنانے کی توقع کی جاسکتی ہے یا اس نصاب سے میوزک، کھیل کود اور زندگی سے گہری محبت کا محبت کا درس ملتا ہے۔
دوسری جانب ان اسلامی ممالک کی حالت بھی ہمارے سامنے ہے جہاں حکومتیں بلا شرکتِ غیرے قائم ہیں وہاں بھی کوئی شخص تعلیم کی بنیاد پر جدید جنگی ہتھیار نہ بنا سکا، کیا آج پوری دنیا کے یہ نہاد اسلامی افواج تقریبا اپنے تمام جنگی وسائل کفار سے درآمد نہیں کررہے، یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بندوق کا نہیں قلم کا زمانہ ہے پتہ نہیں وہ کس قسم کا نظام چاہتے ہیں؟؟ کیا عالم اسلام کی

دل دہلا دینے والی حالت انہیں نظر نہیں آرہی، جو منظم حکومت، مضبوط معیشت اور بڑی تعداد میں فوج رکھنے کے باوجود جنگی ہتھیاروں کیلئے کفار کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں؟ ایک اہم بات جو ان پروپیگنڈہ کرنے والوں کو نظر نہیں آرہی یا جان بوجھ کر اس سے چشم پوشی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ ہے آزادی، عالم اسلام کو جب تک آزادی نصیب نہیں ہوتی اس وقت وہ فوجی اور معاشی میدان میں کفار کی مدد کے محتاج ہونگے، ہم نے امت مسلمہ کو ان حالات سے نجات دینے کیلئے علم جہاد بلند کیا ہے اور تمام مسلمانوں کو اس کی بھرپور دعوت دیتے ہیں۔

ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں، فلسطین میں دو بڑی جماعتیں موجود ہیں حماس اور الفتح، یہ دونوں جماعتیں ساٹھ سال کی تاریخ رکھتی ہیں الفتح کی ساری توجہ قلم اور تعلیم پر مرکوز ہے، جبکہ حماس کا موقف یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے ہاتھ میں تلوار ہو، یاد رہے کہ الفتح کی جماعت شروع میں اسرائیل کے خلاف مسلح جہاد میں حصہ لیتی تھی لیکن آہستہ آہستہ ان کی یہ جدوجہد امن مذاکرات اور جھوٹے وعدوں کی بھینٹ چڑھ گئی [یہاں تک کہ ایک بڑے عرصے تک حماس کے ساتھ بھی دست و گریبان رہے]، یہ بھی تعلیمی میدان میں آگئے اور آج تک پھر انہیں اسرائیل کے خلاف اسلحہ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی، اور آج تک اپنی تعلیم کی بنیاد پر نہ کوئی بندوق تیار کرسکے اور نہ کوئی چھوٹا سا جنگی ہتھیار، اور نہ عالمی سطح پر ایک مضبوط معیشت کے طور پر ابھرے حالانکہ ان پر پابندیاں ہیں نہ کوئی دوسری مشکلات، لیکن اس کے مقابلے میں حماس کی جہادی تحریک جو ہمیشہ مسلح جدوجہد میں مصروف عمل ہے آج دیکھیں کہ ان سخت اور نامساعد حالات کے باوجود جنگی میدان میں شاندار کامیابیوں کے ساتھ تعلیمی میدان میں بھی کافی پیشرفت کرچکے ہیں، وہ اپنے میزائل خود ہی بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں جن میزائلوں نے اسرائیل کے تل ابیب میں آگ لگا رکھی ہے اور حماس ڈرون طیارہ بنانے میں بھی کامیاب ہوئی ہے، ان کی یہ پیشرفت تعلیم کا راگ الاپنے والوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فقتلوا أولياءَ الشّيطن إنّ كيد الشيطن كان ضعيفا [النساء]

ترجمہ: شیطان کے دوستوں [کفار اور منافقین] کو قتل کرو، بے شک شیطان کا دجل و فریب کمزور ہے۔

یہاں کفار کے اسلحوں اور ان کے ایجنسیوں کو شیطان کے دجل اور فریب سے تعبیر کیا گیا ہے، سیاسی، معاشی اور ثقافتی جارحیت بھی شیطان کی چالوں میں سے ایک چال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کی تمام سازشیں اور فریب کاریاں نہایت ہی کمزور ہیں۔

بہت سے لوگوں کے نظریات مغربی میڈیا کی وجہ سے تبدیل ہوئے ہیں اور جہاد کے فلسفے اور اہمیت سے انکار کر بیٹھے ہیں ان لوگوں کے بارے میں قرآن پاک اپنے پیروں کاروں کو یہ پیغام دیتا ہے:

: ولولا دفع اللهِ الناس بعضهم ببعضٍ لهدّمت صوامعُ و صلوات و مسجد يذكر فيها اسم الله كثيرا [الحج]

ترجمہ: اگر اللہ پاک بعض لوگوں کو دوسرے لوگوں سے دفع نہ کرتا، تو ضرور عبادت خانے، مدارس اور مساجد شہید کردیئے جاتے، جہاں کثرت سے اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔

یہاں ان لوگوں کیلئے واضح جواب موجود ہے جو کہتے ہیں جہاد کس مقصد کیلئے کیا جارہا ہے، مسلح جدوجہد کی بجائے قلم کے ذریعے جہاد کیا جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جہاد کو آپ کیلئے نجات اور کامیابی کا ایک ذریعہ بنایا ہے، آج مسلمان دنیا کے کسی حصے میں بھی اگر آرام اور سکون سے اپنی عبادات میں مصروف ہیں تو یہ اس جہاد ہی برکت ہے، اگر جہاد نہ ہو تو مساجد شہید کردیئے جاتے، مصر کی حالت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، جہاں مساجد کو تالے لگا دیئے گئے ہیں اور ان کی شہادت کے منصوبے بنائے جارہے ہیں، بنگلہ دیش میں بھی حالات اس سے کم نہیں، لوگوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، فرانس میں مسلمان خواتین کے حجاب پہننے پر مکمل پابندی ہے برطانیہ میں خواتین کا گھر سے اسلامی لباس میں باہر نکلنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، چین میں روزہ رکھنے پر پابندی لگادی گئی ہے، کیوں؟؟ کیوں کہ ان ممالک میں جہاد نہیں ہے۔

ایک آخری بات عرض ہے کہ:

عالم اسلام کا موجودہ دگرگوں حالت سے نجات کا واحد ذریعہ مسلح جہاد ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں، جب تک امتِ مسلمہ کے نوجوان جہادی محاذوں کا رخ نہیں کرتے، اس وقت تک کفار کے مظالم اور وحشتیں سہتے رہیں گے۔

★★★

معاہدے کے بعد افغانستان میں امریکا کے قیام سے افغانستان طویل سیاسی غیر استحکام کا شکار ہوجائے گا۔

انتخابات کے باوجود امریکی سفیر کی مداخلت نے واضح کر دیا غیروں کا مسلط کردہ سسٹم کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اشرف غنی کا انتخاب امریکی سفیر نے کیا ہے۔ ان کا سب سے غلط اقدام امریکی معاہدے پر دستخط ہے۔

موجودہ حالات کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد سے گفتگو

انٹرویو: ابو عابد

محترم قارئین!

آپ جانتے ہیں کہ افغانستان میں اس سال اہم عسکری، سیاسی اور دیگر تبدیلیاں آرہی ہیں۔ اس حوالے سے زیر نظر شمارے کے لیے امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد صاحب سے گفتگو کی ہے۔ ان سے ہونے والی تفصیلی گفتگو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

ابو عابد:

مجاہد صاحب سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر ملک کی موجودہ عسکری صورتحال کے حوالے سے معلومات فراہم کریں۔ خیبر آپریشن جاری ہے۔ آپ کے خیال میں اس سال افغانستان میں عسکری صورتحال کیسی رہی۔ اور کونسا فریق کامیاب رہا۔

ذبیح اللہ مجاہد:

الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد:

سب سے پہلے آپ کی اور تمام قارئین کی خدمت میں سلام واحترام اور نیک تمنائیں پیش کرتا ہوں۔ خیبر آپریشن الحمدللہ سابقہ آپریشنوں کی طرح پوری طرح کامیابی سے جاری رہا۔ یہ آپریشن اپنے فال کے مطابق دشمن کے لیے انتہائی تباہ کن رہا۔ اس آپریشن میں مجاہدین کے حوصلے بہت بلند رہے۔ اس آپریشن کا آغاز ایسے حالات میں ہوا کہ مجاہدین عددی لحاظ سے بھی سب سے زیادہ میدان جہاد میں اترے یہاں تک کہ سب کو اسلحہ پہنچانا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔

آپریشن کا دائرہ بہت سے ایسے علاقوں کی جانب وسیع ہوگیا جہاں مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی۔ مثلاً ملک کے شمالی حصے، آپریشن کے آغاز میں بدخشان میں پورا ایک ضلع دشمن کے قبضے سے چھڑا یا گیا۔ وہاں درجنوں کی تعداد میں دشمن ہلاک اور زندہ گرفتار کیے گئے۔ بہت زیادہ اسلحہ اور دیگر وسائل غنیمت میں ملے۔ اسی طرح رواں سال میں صوبہ قندوز میں خیبر آپریشن کے اثرات انتہائی واضح تھے۔ بہت سے مجاہدین دشمن کے مقابلے کے لیے اترے۔ دشت ارچی، چہار درہ اور امام صاحب کے اضلاع کے بہت سارے حصے، قندوز مرکز کا اکثر حصہ دشمن کے وجود سے پاک ہوگیا۔ مجاہدین نے وہاں بڑے بڑے آپریشن کیے۔

درجنوں چیک پوسٹیں فتح کیں۔ دشمن سے بہت زیادہ اسلحہ اور اہم وسائل غنیمت میں ملے۔ ٹینک مجاہدین کے قبضے میں آئے۔ درجنوں اربکی، پولیس، فوج اور انٹیلی جنس اہلکار ہلاک ہونے کے ساتھ ساتھ زندہ گرفتار کیے گئے۔

الحمدللہ پورے قندوز میں مجاہدین کے وجود کا احساس رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپریشنوں کی برکت سے فاریاب، غور، ہلمند، اروزگان، قندہار، لوگر، غزنی، ننگرہار، نورستان، دایکنڈی، سرپل اور دیگر صوبوں میں دشمن پر بڑے بڑے گروپ حملے ہوئے۔ جس نے دشمن کو شدید خطرات سے لاچار کر دیا ہے۔ سینکڑوں فوجی، پولیس اور انٹیلی جنس کارکن اور اربکی ہلاک ہوگئے۔ زندہ گرفتار کیے گئے، اسلحہ اور دیگر جنگی وسائل اور دیگر مواد مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔

رواں سال کے آغاز ہی سے مجاہدین کی جانب سے خیبر آپریشن کا آغاز پورے منظم طریقے سے کیا گیا۔ جس میں دشمن کے اہم اہداف مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں دشمن کی جانب سے نام نہاد انتخابات کے دو

مرحلے طے ہوئے۔ دونوں مراحل میں پورے ملک میں دو دو دونوں تک دشمن پر منظم طریقے سے تقریباً 2000 حملے ہوئے جس سے مجاہدین کی بھرپور قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دشمن نے انتخابات کو کامیاب دکھانے کے لیے ہماری تمام کارروائیوں پر آنکھیں بند رکھیں۔

اس کے علاوہ دعوت وارشاد کے شعبے میں مجاہدین کی کارروائی کے پیش نظر سینکڑوں افراد دشمن کی صف سے نکل کر اپنی معمول کی زندگی گزارنے لگے ہیں۔ رقبے کے لحاظ سے ملک کا بہت بڑا حصہ مجاہدین کے کنٹرول میں آگیا۔ بہت سے ہم وطن عوام اسلامی نظام کے سائے تلے زندگی گزار رہے ہیں۔

اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس سال فتوحات اور کامیابیاں مجاہدین کے ہاتھ میں رہیں۔ ملک کا اکثر حصہ مجاہدین کی کارروائیوں کی زد میں ہے۔ یہاں تک کہ کابل جو سیکیورٹی کے اعتبار سے انتہائی اہم علاقہ شمار کیا جاتا ہے، دشمن نے یہاں اپنی بہت زیادہ قوت صرف کی ہے اس کے باوجود یہاں فدائی حملے ہوتے رہتے ہیں۔ دشمن کی بڑی بڑی کانوائے حملوں کی زد میں رہتے ہیں۔ خارجی جارحیت پسندوں کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمنوں کو بھی کابل میں بہت زیادہ نقصانات اٹھانے پڑے۔ بڑی بڑی گاڑیاں مختلف طریقوں سے تباہ کی جارہی ہیں۔ دشمن کے اہم افراد مجاہدین کی جانب سے گوریلا حملوں میں ہلاک ہوگئے۔ پہلے بھی الحمد للہ کابل سمیت پورے ملک میں دشمن کے صفائے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعداد کے لحاظ سے نسبتاً کم مجاہدین وسائل کے اعتبار سے پوری طرح لیس جارحیت پسندوں، اور اس کے ساتھ ساتھ تقریباً 5 لاکھ اندرونی دشمنوں جن میں پولیس، انٹیلی جنس اور فوج شامل ہیں ان کے خلاف بہت بہادری سے لڑے۔ اور ہر مرحلے پر دشمن کو انتہائی گھبراہٹ کا شکار کردیا۔

ابو عابد:

افغانستان میں اس سال بڑی تبدیلیاں آئیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے انتخابات اور بقول ان کے پرامن انتقال اقتدار کو اپنی بڑی کامیابی قرار دیا۔ آپ کے خیال میں یہ سلسلہ کیسا رہا۔ یہ مغرب کی کامیابی تھی یا مزید پسپائی؟

ذبیح اللہ مجاہد:

جیسا کہ آپ نے اس جانب اشارہ کیا کہ افغانستان میں سیاسی تبدیلی کے نام پر جو تبدیلی آئی ہے یا جس کا پروپیگنڈا کیا گیا اس حوالے سے جو خوش فہمی پائی جاتی تھی ان سب کا برعکس نتیجہ نکلا۔

بے انتہا مصارف اور جانی نقصانات اٹھانے کے بعد مغربی قوتیں دنیا کو یہ باور کرانا چاہتی تھیں کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ ایک منتخب جمہوری نظام کامیابی سے قائم ہے۔ جمہوریت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اب اگر اس ملک سے وہ اپنی فوجیں نکال بھی لیں اور جنگ کا ایک فریق جنگ کے خاتمے کا اعلان کردے تو بھی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

مگر عملی طور پر تمام افغانوں اور دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ ایسا نہ ہوسکا۔ انہوں نے سابقہ نظام کی بنسبت انتہائی کمزور اور لین دین پر قائم نظام قائم کیا۔ انتخابات کا سلسلہ لوگوں کی عدم دلچسپی کے باعث ناکام رہا۔ مگر مغربی ذرائع ابلاغ نے پروپیگنڈے کے ذریعے کوشش کی کہ اس ڈرامے کو کامیاب ظاہر کرے۔ بات وہاں ظاہر ہوگئی اور پروپیگنڈے کا طلسم اس وقت ٹوٹا جب انتخابات کے دوسرے مرحلے میں شرمناک صورتحال سامنے آگئی اور امیدواروں نے خود اعتراف کیا کہ انتخابات میں شرکت کرنے والے لوگوں کی تعداد غلطی سے بہت زیادہ بتائی گئی تھی۔ سینکڑوں جھوٹ اور راز کھل رہے ہیں جس سے دشمن خود بخود اپنی ناکامی کا اعتراف کرنے لگا ہے۔

انتہائی شرمناک بات یہ ہے کہ کرزئی انتظامیہ، عدالتی نظام اور مستقل کمیشنز اور اداروں کے ہوتے ہوئے پھر بھی آخری فیصلہ مکمل طور پر غیر جمہوری طریقے سے امریکی سفارت خانے میں ہوا۔ حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے جلدی جلدی دورے کیے۔ امریکا کے خصوصی نمائندے اور کابل میں امریکی سفیر اسی بھاگ دوڑ میں تھک ہار گئے۔ آخر کار ان کے کھیل کا منصوبہ رسوا ہوگیا اور واضح ہوگیا کہ یہ انتخابات کا نتیجہ نہیں بلکہ امریکی سفارت خانے کا سلیکشن تھا۔ جنہیں نام اور چہرے بدل کر کچھ نئے نعروں کے ساتھ کابل پر ایک بار پھر مسلط کیا گیا۔

انتخابات کے ناکام نتائج نے یہ بات واضح کردی کہ افغانستان میں غیروں کا مسلط کردہ نظام اور سسٹم کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی نتیجہ دے سکتے ہیں۔

افغانستان کے مسلمان عوام نے موجودہ انتظامیہ کی غلامانہ کیفیت اور غیروں سے وفاداری دیکھ لی ہے۔ اب ان کے لیے واضح ہوگیا ہے کہ اشرف غنی انتظامیہ نے بلا کسی لیت ولعل کے جلد از جلد امریکا سے ہونے والے معاہدے پر دستخط کردیے اور اپنے زعم میں افغانستان کو ایک طویل دورانیے کے لیے امریکا کو فروخت کردیا۔

اس سے واضح ہوگیا کہ اشرف غنی انتظامیہ سابقہ کرزئی حکومت سے بھی دوچار ہاتھ آگے امریکی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔ امریکا کی جانب سے اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ کو آمنے سامنے بٹھانا اور آپس میں ملا دینا امریکا کے بل بوتے پر تھا۔ اور یہی مستقبل میں افغانستان کے لیے ایک ناکام اور غیر مستحکم انتظامیہ کے قیام کا سبب بنے گا۔

اشرف غنی انتظامیہ کی ابتداء ہی میں اس قدر بے عزتی کی گئی۔ آپ جانتے ہوں گے کہ یہ معاہدہ امریکی صدر اور کابل انتظامیہ کے درمیان ہونا چاہیے تھا ۔ مگر امریکی جانتے ہیں کہ اشرف غنی انتظامیہ ان کی ہی کٹھ پتلی ہے اور انہیں کی منتخب کردہ ہے۔ بس اسی لیے اشرف غنی کے ساتھ معاہدے پر دستخط امریکی صدر یا کم از کم کابینہ کے کسی رکن نے نہیں بلکہ کابل میں امریکی سفیر نے کیے۔ حالانکہ سفارتی اعتبار سے اس طرح کے معاہدے جو واقعتاً دو حکومتوں کے درمیان ہوں اس پر دستخط سفیر کے ہاتھوں نہیں ہوا کرتے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد کرزئی نے اقتدار منتقلی کے بعد جو اپنا پہلا امریکی دورہ کیا وہاں امریکی سینیٹ میں کرزئی کو بڑی بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا ۔ کیوں کہ وہاں امریکا کے سینئیر سینیٹرز کی مجلس میں کرزئی کے لیے ایسی کرسی رکھی گئی تھی جو تمام سینیٹرز کی کرسیوں سے چھوٹی تھی۔ اس سے مقصد کرزئی کو یہ باور کرانا تھا کہ وہ امریکا کا محض ایک کم رتبہ ملازم ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے امریکی افغانستان میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ نہ اپنے جمہوری اصولوں کے مطابق نظام بنایا نہ عسکری میدان میں کوئی قابل توجہ تبدیلی لائی گئی۔ اور نہ ہی افغان عوام کی نفرت اور بیزاری میں کوئی تبدیلی لائی جا سکی۔ ایسے حالات میں امریکا کی جانب سے جنگ کے خاتمے کا اعلان محض امریکی عوام کو لولی پاپ دینے کے مترادف ہے۔ جس کے نتائج مستقبل میں خود امریکی عوام دیکھ لیں گے۔

ابو عابد:

اشرف غنی احمد زئی کے نام سے کابل انتظامیہ کے لیے نئے صدر کا سلیکشن کیا گیا۔ آپ ان کی شخصیت، کردار اور قانونی حیثیت کے حوالے سے کیا کہتے ہیں۔ ان کے کردار اور حکومت کے حوالے سے قارئین کو اپنی رائے سے آگاہ کریں؟

ذبیح اللہ مجاہد:

اشرف غنی احمد زئی چوں کہ لبنان میں ایک ایسے امریکی ادارے کے تربیت یافتہ ہیں جہاں ایسے ہی امریکی عمال کی تربیت کی جاتی تھی۔ اشرف غنی بھی ایسے ہی ایک ادارے کے پڑھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اشرف غنی کو مفکر اور سیاست دان کے جھوٹے القابات دیے۔ وہ ملک سے باہر ایسے حالات میں رہے کہ انہیں ملکی حالات کی کوئی خبر رہی نہ انہیں اس حوالے سے پریشانی اور فکر لاحق رہی۔ بلکہ کچھ عرصے کے لیے وہ کمیونسٹوں کی خدمت کرتے ہوئے بھی رہ چکے ہیں۔ اشرف غنی عقیدے کے لحاظ سے تحفظات کے شکار ہیں۔ سیکولر افکار میں تربیت پانے والا یہ شخص اکثر دینی احکام اور اقدار کو تسلیم کرنے پر بھی راضی نہیں۔

ان کی قانونی حیثیت کے بارے میں یہ کافی ہے کہ اشرف غنی امریکی سفیر کی جانب سے متعین کیے گئے ہیں۔ انہیں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ان کی جانب سے اس کے ساتھ وہی کیا جائے گا جو امریکی مفاد میں ہو۔

اشرف غنی کا کردار شروع ہی سے مشکوک رہا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ انتخابی کیمپین کے آخر میں عمرے کے بہانے بیت اللہ شریف گئے۔ ایسے حال میں جب ان کی عمر 60 سال تک پہنچ گئی ہے۔ حج کی ادائیگی ان پر اس وقت فرض ہو گئی تھی جب ان کے پاس حج پر جانے کی استطاعت پیدا ہو گئی تھی۔ اشرف غنی نے ساری زندگی وسائل اور دولت کی فراوانی کے ساتھ ساتھ ڈالری معاش اور لبنان اور امریکا کو آنے جانے میں گزار دی۔ مگر حج نہیں کیا اور پھر انتخابی کیمپین کے آخر میں عمرے پر چلے گئے جو فرض کے قائم مقام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ سیکولر لوگوں کو حج یا دوسرے عبادات کی کوئی اہمیت نہیں عمرے کا یہ سفر بھی محض انتخابی کیمپین کا حصہ تھا۔ جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے کیا گیا۔

اس کے علاوہ اشرف غنی کی دیگر کارکردگیاں بھی صرف نمائشی ہیں۔ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا۔ اس طرح کی نمائشی حرکتیں افغانوں کی اصل مشکلات کا مداوا ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ سب سے پہلے دوستم اور اشرف غنی کا اتحاد اور دوستم کو اپنے سیکرٹری اعلی کے طور پر چن لینا ان اقدامات سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ اس ملک کے کلیدی عہدوں پر آگے اور کتنے درندے اور بھیڑیے براجمان ہونے والے ہیں جنہوں نے اس سے قبل بھی بار بار یہاں کے عوام کا خون چوسا ہے۔

عبد اللہ عبد اللہ کے ساتھ مشترکہ حکومت سازی کا مطلب یہ ہے کہ کرزئی حکومت میں جو چور، ڈاکو، قاتل اور منشیات کے اسمگلر صاحب اقتدار رہے،

جنہوں نے ملک کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ موجودہ انتظامیہ میں بھی برسر اقتدار رہیں گے۔ اور صرف نام اور چہرے کی تبدیلی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں گے۔

اشرف غنی کے یہ عزائم کے وہ کرپشن اور رشوت کے خاتمے کے لیے بڑے پیمانے پر کام کریں گے ان اقدامات کو عملی شکل دینے کے کچھ بھی امکانات نظر نہیں آتے کیوں کہ جہاں تک بات کم درجہ عہدیداروں کی ہے وہاں تو رشوت اور کرپشن کا خاتمہ کر دیا جائے گا مگر جہاں یہ مسئلہ دوستم، عبد اللہ اور دیگر بڑے رشوت خوروں تک پہنچ جائے گی اور ان لوگوں کی اصلاح کی بات ہو جو گذشتہ حکومت میں بھی فساد کے اصلی جڑ رہے ہیں تو یا تو یہ انتظامیہ ختم کر دی جائے گی یا اشرف غنی کو اس کام سے روک دیا جائے گا۔ اس مرحلے پر جا کر اشرف غنی کی اصلاحات بھی ایسی ہی ناکامی سے دوچار ہوں گی جس طرح "شفاف اور آزادانہ وعادلانہ انتخابات" کا سلسلہ ناکامی سے دوچار ہوا تھا۔

اس طرح کے حالات میں اشرف غنی کے لیے ممکن ہی نہیں کہ جس طرح اس نے لوگوں سے وعدہ کیا ہے اسی طرح ملک کا نظام ٹھیک کر دے۔ دوسری طرف امریکا بھی نہیں چاہتا کہ افغانستان میں نظام حکومت کرپشن اور رشوت سے پاک ہو جائے۔ کیوں کہ ان کے مفادات اسی خراب اور تباہ شدہ نظام سے وابستہ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کرزئی کے نظام حکومت میں کتنا کرپشن ہوا تھا۔ اس کرپشن میں بھی زیادہ حصہ امریکی فوجی عہدیداروں اور ان کے اتحادیوں کا تھا یہ وہ لوگ تھے جو امریکا میں سیاسی حلقوں سے تعلقات رکھتے تھے اور ان کے غیر قانونی اور مافیائی مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔

اشرف غنی کو اپنے اسی اصلاحاتی پروگرام میں ناکام کرنے کے لیے امریکا نے عبد اللہ عبد اللہ جیسے معروف کرپٹ بندے کو اس کا اتحادی بنا دیا۔ جب اشرف غنی امریکیوں کے کچھ غیر آئینی اقدامات اور مطالبات کے آگے رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا تو حکومت کے اندر اس کے لیے مشکلات پیدا کی جائیں گی۔ اور ان کے قریبی حریف عبد اللہ کے ذریعے انہیں امریکی مطالبات تسلیم کرنے پر راضی کیا جائے گا۔ اس طرح اشرف غنی اپنے اختیارات اور اقتدار کی نمائش کے لیے وہ برائے نام اقدامات بھی نہیں کر سکے گا جو کرزئی حکومت نے اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں کیے تھے۔

ابو عابد:

اشرف غنی کی قیادت میں حکومت نے امریکا سے امن معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں اور افغانستان میں امریکی فوجیوں کی موجودگی کا دورانیہ مزید دس سال تک طویل کر دیا۔ اس معاہدے کی شرعی حیثیت پر آپ کچھ روشنی ڈالیں، اس کے نقصانات سے ہمیں کچھ آگاہی دیں اور یہ بتائیں اس معاہدے سے امریکا اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گا؟

ذبیح اللہ مجاہد:

اشرف غنی کے پورے کردار میں ان کا سب سے غلط اقدام یہی تھا کہ انہوں نے امریکا سے معاہد پر دستخط کر دیے۔ اس طرح کے معاہدے افغان عوام کے لیے جو 99 فیصد سے زیادہ مسلمانوں پر مشتمل ہیں قابل قبول نہیں ہے۔ اور تاریخی اعتبار سے اشرف غنی اور پوری ٹیم کے لیے یہ بدنامی کا باعث بنا ہے۔ یہ معاہدہ گندمک کے بدنام زمانہ معاہدے یا سوویت یونین کے ساتھ ببرک کارمل کی سودے بازی جیسی حیثیت رکھتا ہے۔ جنہیں اس وقت اور انہیں حکومتوں کے دور میں ملک کی مجبوری اور ملکی مفاد میں قرار دیا گیا۔ مگر آج افغانستان کا ایک بچہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ انہوں نے کتنی بڑی تاریخی غلطی اور خیانت کا ارتکاب کیا۔

شرعا اس طرح کا معاہدہ جس میں غیر مسلم افواج کو ایک مسلمان ملک میں رہنے کی اجازت دی جائے مردود ہے۔ قرآن کریم کی صریح نص سے یہ معاہدہ مسترد ہے۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو کفار کی دوستی سے منع کیا ہے۔ شریعت میں ایسی کوئی قانونی صورت نہیں جس کی رو سے مسلح کفار کو مسلم ممالک میں رہنے دیا جائے۔ کفر مطلقا قبیح مردود ہے۔ کفار فوجیوں کو اسلامی سرزمین پر رہنے کی اجازت کسی صورت نہیں۔ مسلمان ایک فرد کی حیثیت سے کافر کی غلامی میں نہیں آسکتا۔ تو ایک مکمل مسلمان، مجاہد اور سربلند قوم کیسے کافروں کی غلامی قبول کر سکتی ہے۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ افغانستان میں امریکی جارحیت پسندوں کے ہوتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام، شرعی احکام کے نفاذ، مسلمان عوام کی دینی، اصلاحی اور اسلامی عدالت کا قیام ناممکن ہے۔ جو معاہدہ اس طرح کے مفاسد اور خرابیوں کا باعث ہو کبھی بھی شرعی اور قانونی نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ یہ مفاسد کا سبب بنے گا اس لیے یہ خود بھی فاسد سمجھا جائے گا۔

اس معاہدے پر دستخط سے سیاسی اعتبار سے بھی افغانستان کو بڑے نقصانات ہوں گے۔ سیاسی اعتبار سے افغانستان ایک غیر مستحکم اور پیچیدہ صورتحال کا شکار ہو جائے گا۔ اس طرح کے معاہدے افغانستان جیسے دو متضاد قطبوں کے درمیان واقع ملک کو بڑے پیمانے پر اور طویل مدت کے لیے اقتصادی اور

سیکیورٹی مشکلات سے دوچار کر دیں گے۔

افغانستان میں امریکیوں کی عسکری موجودگی اسے امریکا اور علاقائی جارح قوتوں جیسے روس، چین اور ایران اور ایک پڑوسی کی حیثیت سے پاکستان کے درمیان میدان جنگ بن جائے گا جو طویل عرصے تک رہے گا۔ مختلف توجیہات کی بنیاد پر افغانستان کو تمام محرکات کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اگر ہم تاریخی لحاظ سے دیکھیں۔ افغانستان میں ظاہر شاہ کے دور حکومت میں جب یہ ایک آزاد وخود مختار ملک تھا، یہاں سیاسی استحکام تھا اور لڑائی جھگڑے اور شر فساد کا وجود نہیں تھا۔ اگرچہ اقتصادی مشکلات تھیں مگر وہ داخلی غفلت اور اندرونی عوامل کی بنیاد پر تھیں، بیرونی عوامل اور دباو اس کا باعث نہیں تھے۔ مگر جب افغانستان میں کمیونسٹوں کے دور میں افغانستان پر ایک مخصوص طبقے کا قبضہ ہوگیا تو فطری طور پر دوسری جہت کے لیے مداخلت کا راستہ ہموار ہوگیا۔ اور یہاں ایک ایسی جنگ کا آغاز ہوگیا جو آج تک کوئی بھی نہ جیت سکا۔

اب ایک بار پھر بھرپور علانیہ طریقے سے ہمارا ملک بیرونی ممالک بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ علاقائی متضاد قطبوں کے درمیان میدان جنگ بننے جارہا ہے۔ ایسی ناپختہ سیاست افغانستان کو طویل مدت کے لیے ایک انتہائی غیر مستحکم صورتحال کی جانب دھکیل دے گی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ افغانی ذہنیت اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں کہ دینی احکامات اور الٰہی ارشادات سے روگردانی کریں اور کفری قوتوں کو اپنے ملک میں رہنے دیں۔ دنیا کی کسی دوسری قوم کے متعلق تو شاید ایسا سوچا جاسکے مگر چند افغانوں کے متعلق جن کو دینی حوالے سے بہت مرتبہ آزما جاچکا ہے ایسا سوچنا بھی غلط ہے۔ چند افراد کے دستخط کرنے کے بعد پوری قوم سے اس کے پورے کرنے کی امید رکھنا یہ افغانوں کی تاریخ سے بے خبری اور تجاہل کی دلیل ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہماری موجودہ نسل اس معاہدے پر راضی ہو بھی جائے تو آئندہ نسلوں میں ضرور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حالات کو بدل دیں گے۔ اور امریکا کی غلامی برداشت نہیں کریں گے۔ اشرف غنی نے اس صورتحال سے صرف نظر کیا۔

یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ افغان عوام جیسے دینی روایات اور اقدار پر مرمٹنے والی قوم کو عسکری قوت اور دباو کے ذریعے نہیں جھکایا جاسکتا۔ کسی وقت یہاں امریکیوں کی بہت بڑی قوت موجود تھی، جدید ترین ٹیکنالوجی ان کے پاس تھی، دنیا بھر کے 49 ممالک کا اقتصادی اور عسکری تعاون انہیں حاصل تھا۔ ان تمام کے باوجود وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اب ان کے عسکری جنرلز آئے روز اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ تو اب دس ہزار افواج کی موجودگی میں وہ کیا کرسکیں گے۔

جی ہاں! اپنے خلاف اور اپنے کٹھ پتلیوں کے خلاف عوام کے احساسات بیدار کرتے رہیں گے۔ افغان عوام اور بھی جہاد اور مزاحمت کے لیے نکلیں گے۔ جنگ کو جاری رکھنے کے عوامل اور بھی زیادہ ہوجائیں گے۔ مگر آخر میں وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ساتھ میدان سے بھاگ جائیں گے۔ سو بار بھی اگر اپنے مزدوروں سے معاہدوں پر دستخط کروائیں ان کے ساتھ ہی افغانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ اور یہ زمین بالآخر اپنی آزادی اور استقلال لے کر رہے گی۔ ان شاء اللہ

ابو عابد:

آپ کے خیال میں امریکہ سے ہونے والے معاہدے کے قابل اعتبار منفی نتائج افغان عوام اور افغانستان کیلیے کیا ہونگے؟

ذبیح اللہ مجاہد:

امریکہ سے ہونے والے سیکیورٹی معاہدے اور افغانستان میں امریکی فوجی اڈوں کا قیام بہت سے منفی نتائج رکھتا ہے۔ امریکا ان اڈوں کو اسلامی تحریکوں، مجاہدین اور اسلامی نظام کے خواہشمندوں کی بیخ کنی کیلیے استعمال کرے گا۔ افغانستان اور خطے میں اسلامی بیداری اور اسلامی فکر کی تقویت کی روک تھام کرے گا، اور اس کیلیے عسکری، سیاسی، اعصابی اور جاسوسی جنگ سے کام لے گا۔ مومن افغان عوام کو گمراہ کرنے اور مغرب کی بے دینی میں رنگنے کیلیے ہر قسم کے اقدامات کرے گا۔ ان اڈوں سے مغربی عریانی، بے دینی، ارتداد، مرد وزن کے اختلاط اور دوسری گمراہیوں کی ترویج وسیع پیمانے پر کرے گا جس کے نتیجے میں ہماری مسلمان نسل کو گمراہی اور بے دینی کے چیلنج کا سامنا ہوگا۔ مغرب معاہدے میں دیئے گئے خصوصیات اور اختیارات کے ذریعے افغانستان کے قومی ذخائر، ثقافتی ورثے، نایاب کیمیائی مواد اور دیگر قیمتی وسائل کے استخراج اور وسیع پیمانے پر لوٹ مار کا آغاز کرے گا، معاہدے کی رو سے حاصل ہونے والے وسیع پیمانے پر اختیارات کا استعمال کرکے افغانستان کی زمین اور فضا پر حاکم بن جائے گا۔ افغانستان کی سیاست، اقتصادیات، خارجہ پالیسی، میڈیا، تعلیم اور دیگر بنیادی اداروں پر

ان کا قبضہ ہوگا۔ اور جیسا بھی وہ چاہیں گے اپنے مفادات کے لیے انہیں استعمال کریں گے۔ واضح سی بات ہے کہ افغان اور امریکی عوام کے مفادات ایک دوسرے کے تضاد ہوں گے۔ افغان عوام مومن اور امریکی عوام بے دین اور کفار ہیں۔ یہ لوگ ثقافتی، تاریخی، جغرافیائی اور ہر لحاظ سے غیر ہیں اس لیے جب امریکی اپنے مفادات کے لیے ہر طرح کی قربانی دے سکتے ہیں تو وہ ضرور بضرور افغان عوام کے نقصان میں ہوگا۔

ان کے اڈے جاسوسوں کی تربیت اور تشکیل کے مراکز ہوں گے۔ یہیں سے وہ اپنی جاسوس طیارے اڑائیں گے۔ ڈرون حملے یہیں سے ہوں گے۔ نہ صرف افغانستان بلکہ جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور ایران کے حدود میں اپنے مخالفین کو نشانہ بنائیں گے۔ جس سے علاقے میں جہادی اور اسلامی تحریکوں کو بڑا خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ امریکا ان اڈوں کو پروپیگنڈے، جاسوسی، رسد فراہمی اور دیگر بہت سے مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔

ابو عابد:

اشرف غنی حکومت کے آتے ہی کچھ اور نئے واقعات پیش آئے ہیں۔ ایکسپریس افغانستان کے نام سے کابل سے چھپنے والے انگریزی روزنامے نے ارتداد اور انحراف سے بھرپور ایک تحریر شائع کی۔ جس نے افغان عوام کو مشتعل کردیا۔ دوسری طرف صدارتی محل کے مشیر برائے سیکیورٹی امور حنیف اتمر نے ڈیلی پالیسی گروپ کی جانب سے بلائے گئے ایک سیمینار میں کہا کہ افغانستان اور خطے بھر میں قائم تمام دینی مدارس کو بند کردیا جائے۔ اس طرح واقعات کس بات کی علامت ہیں اور اس میں مسلمانوں کی ذمہ داری کیا ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد:

اشرف غنی کے جیسے ایک سیکولر شخص کو صدارتی محل میں بٹھانا جس کی فیملی پر عیسائی ہونے کا الزام ہے۔ ان سب کا یہی مطلب ہے کہ ہمیں اب اور بھی اس طرح کے واقعات کا سامنا ہوگا۔ دین اسلام سے واضح ارتداد کا آغاز ہوجائے گا اور اشرف غنی کے آنے سے عیسائی دنیا کے لیے افغانستان میں مداخلت کی راہ ہموار ہوجائے گی۔ چونکہ اشرف غنی اور ان کی پوری ٹیم یہی چاہے گی کہ افغانستان میں خالص اسلامی افکار کی جگہ سیکولرازم کو ترویج دی جائے اس لیے فطری طور پر اسلامی اقدار اور شعائر کی آئے روز توہین کی جائے گی۔ علی الاعلان اسلامی احکامات کا انکار کیا جائے گا اور مغرب کی سب سے پہلی اور آخری خواہش کہ افغان عوام کو کفر اور اتداد میں مبتلا کیا جائے اس کی عملی کوششیں کی جائیں گی۔ عوامی ردعمل یا جذبات کے خوف سے شاید اس حوالے اشرف غنی بہت آہستہ قدم اٹھائیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ اور بھی بڑی بڑی گستاخیوں کا ارتکاب ہوتا ہم دیکھیں گے۔

اس حالت سے بچنے کے لیے راستہ صرف عوام کی بیداری ہے۔ عوام کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیں امریکی جارحیت کا یہ طویل منصوبہ ناکام بنادینا ہے۔ ہمیں یہ واضح کردینا چاہیے کہ یہ مسلمان قوم ہے۔ یہاں مرتدین کو کام کرنے کی کسی صورت اجازت نہیں دی جائے گی۔ اشرف غنی انتظامیہ کو اسی مقصد کی خاطر وجود میں لایا گیا ہے۔ اشرف غنی کے ساتھ ساتھ دیگر مغربی سیکولرسٹ اور سابقہ وموجودہ کمیونسٹ اتمر وغیرہ کو بھی ایسے ہی پروگراموں کو آگے بڑھانے اور عوام کو گمراہ کرنے کے لیے بروئے کار لایا گیا ہے۔ مگر ان تمام حالات کے ساتھ ساتھ ہمیں امید ہے افغان عوام ایسے اقدام کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔ اور میرے خیال میں عوام کے پاس ایسے حالات کی روک تھام کے لیے مجاہدین سے ہر قسم کا تعاون اور ان کی مدد واحد راستہ ہے۔

ابو عابد:

آخر میں امارت اسلامیہ کے ترجمان کی حیثیت سے آپ اپنے ہمارے قارئین سے کیا کہنا چاہیں گے؟

ذبیح اللہ مجاہد:

مجھے یقین ہے جارحیت کے خلاف ہماری مزاحمت اپنے آخری منزل تک پہنچ رہی ہے۔ جہاد موجودہ مشکلات کا واحد حل ہے۔ اپنے ملک اور مذہب کے تحفظ، اسلامی اقدار اور شعائر کی حرمت اور عوام کو کفر اور ارتداد سے بچانے کے لیے لازم ہے کہ اپنے مجاہدین بھائیوں کی مضبوطی سے حمایت کی جائے۔ جہادی تحریک کو مزید مضبوط کیا جائے اور ہر ہر فرد مجاہدین تعاون کرے۔ مجاہدین بھائی اپنے اہداف اور مقاصد کی جانب متوجہ رہیں۔ اپنی مزاحمتی تحریک پر توجہ دیں۔ جہاد کی راہ میں اور بھی اپنی سنجیدگی اور پامردی دکھائیں۔ اور دشمن کے خلاف وہ تمام ذرائع استعمال کریں جو جہادی قوت اور اہداف کے حصول کا سبب بنتے ہیں۔

ہمارے قائدین کو بھی مجاہدین کی رہنمائی کی جانب بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ مجاہدین کی فکری تربیت اور اصلاح کی جانب بہت زیادہ توجہ دی جائے۔ تاکہ اللہ تعالی کی جلد از جلد نصرت کا سبب بنے اور مجاہدین کی کامیابیوں کے لیے راہ ہموار ہو۔ ان شاء اللہ

شہید زوی

ترک صدارتی انتخابات اور اردوان کی کامیابی

گزشتہ ماہ ترکی میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں رجب طیب اردوان نے کامیابی حاصل کی اور وہ ترکی کے نئے صدر منتخب ہوگئے، 75 فیصد عوام نے انتخابات میں حصہ لیا۔ جن کے مجموعی ووٹوں میں سے 52 فیصد اردوان اور 38 فیصد مخالف جماعتوں کے نمائندے احسان اوغلو نے حاصل کیے۔ وہاں بات افغانستان کے انتخابات کی طرح نہیں تھی، جس میں اقتدار کے خواہش مند حریصوں نے خود کو دنیا اور عوام کے سامنے رُسوا کر چھوڑا ہے۔ بلکہ احسان اوغلو نے اردوان کی کامیابی پر اُنہیں مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ اردوان اپنے اس نئے دور میں ترکی کی ترقی کا پروسیجر جاری رکھیں گے۔ ترکی میں اس سے قبل صدر کا انتخاب پارلیمنٹ ارکان کی جانب سے ہوتا تھا۔ اس بار پہلی مرتبہ براہ راست عوام کے ووٹوں سے ان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان انتخابات میں کامیاب طیب اردوان وہ شخصیت ہیں، جو اپنی پارٹی "انصاف وترقی پارٹی" کی بنیاد رکھنے کے بعد صدر اور وزیر اعظم جیسے بڑے عہدوں پر ہونے والے انتخابات میں 9 ویں بار منتخب ہوئے ہیں۔ اس کی مثال ترکی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

طیب اردوان چاہتے ہیں کہ آج کے بعد ترکی میں اقتدار کا اصل منبع صدر ہو۔ یعنی پارلیمانی نظام صدارتی نظام میں بدل جائے۔ وزیر اعظم کے اختیارات میں کمی ہو اور بڑی حد تک یہ ایک نمائشی عہدہ ہو۔ اردوان نے وزارت عظمی کے لیے وزیر خارجہ 'داود اوغلو' کو متعین کیا ہے۔ داود اوغلو اردوان کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اُن کے قریبی سمجھے جاتے ہیں۔ اب طیب اردوان کی انصاف وترقی پارٹی کی سربراہی بھی اُنہی کے ذمے ہوگی۔ انصاف وترقی پارٹی 2001 میں بنی تھی۔ اس کے اگلے سال ہونے والے عام انتخابات میں انہوں نے بھرپور کامیابی حاصل کی اور پھر ہر ہونے والے الیکشن میں حیران کُن کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے گزشتہ 13 سالوں سے ترکی پر حکومت کر رہے ہیں۔ اس مسلسل کامیابی اور حاکمیت کو کچھ لوگ اپنی تحریروں میں اس طرح سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ ترکی کے عوام کے افکار میں مثبت تبدیلی اور وسیع مذہبی اثرپذیری کا نتیجہ ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں۔ اسلامی شعائر کی قدر ومنزلت میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ سیکولرازم کے خلاف نفرت اور آہستہ آہستہ لوگوں اسلامی ہدایات پر عمل کا جذبہ بڑھتا جارہا ہے۔ حکومت نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں مختلف اقدامات کیے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ترکی میں سیکولرازم کے سحر میں بھی کمی واقعی نہیں ہوئی ہے۔ 7 دہائیوں میں بے دینی کے منحوس سائے میں پیدا ہونے اور بڑی ہونے والی ترک نسل میں ابھی اتنی تبدیلی کے آثار نہیں دیکھے گئے، جن کی بنیاد پر اُن سے اسلام کے نام پر سے ووٹ مانگا جاسکے یا کسی جماعت کو لوگ صرف اس لیے ووٹ دیں کہ وہ ایک اسلام پسند تنظیم ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ ترکی کے دین دار طبقے نے دنیوی باتوں کو نظر انداز کرکے صرف اسلام سے محبت کی بنیاد پر انہیں ووٹ دیا ہوگا، مگر ترکی کے عام لوگوں نے انصاف وترقی پارٹی کے رہنماؤں کا اخلاص، ان کی خدمت، کرپشن کے خلاف طویل جنگ، اجتماعی اصلاحات، ترکی کی اقتصادی ترقی کے لیے پروگرامز کی تشکیل اور دیگر کوششوں کو دیکھا ہوگا اور اسی لیے ہر مرتبہ انہیں اکثریتی ووٹ دیا۔ انصاف وترقی پارٹی پہلی مرتبہ 2002 میں کامیاب ہوئی۔ تیرہ سالوں میں انہوں نے ترکی میں جو تبدیلی لائی اور ترکی کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا، اگر اس کی صرف اقتصادی ترقی اور پروگراموں کا مختصر جائزہ لیں، تو وہ حیران کن ہیں۔ طیب اردوان کی انہی کوششوں نے پس ماندہ ترکی کو ایک ترقی یافتہ ملک بنادیا۔ دوسری طرف عوام میں اردوان کی محبت نے بہترین کردار ادا کیا۔ اقتدار تک پہنچتے ہی طیب اردوان نے بڑے قومی منصوبوں کا آغاز کیا۔ انتہائی نظم وضبط اور ٹیکنیکل مہارتوں کے ساتھ انہیں تکمیل تک پہنچایا۔ ہزاروں کلو میٹر لمبی سڑکیں بنوائیں۔ ترکی میں 50 بین الاقوامی ہوائی اڈے تعمیر کیے۔

استنبول میں کروڑوں ڈالر کی لاگت سے سمندر کے نیچے ایسی سرنگ بنوائی، جس کے ذریعے زمینی راستے سے ایشیا سے یورپ تک پہنچنے کا راستہ آسان ہوگیا۔ یہ سرنگ جو بیک وقت ٹرکوں اور دیگر گاڑیوں کے گزرنے کی گنجائش رکھتی ہے، زمینی راستے سے سیاحوں کی آمدورفت کا بہترین ذریعہ ہے۔ تجارتی سامان کی درآمد و برآمد میں بھی بہت آسانی ہوگئی ہے۔ جس سے ترکی کو بہت نمایاں اقتصادی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ترکی اقتصادی لحاظ سے انتہائی شدید تنزل کا شکار تھا۔ جب جرمنی کے علاوہ پورے یورپ میں اقتصادی بحران آیا، تو ترکی کی اقتصادی ترقی 5 فیصد سے بڑھ کر تھی۔ اردوان کے گزشتہ 3 ادوار میں ایسے سال بھی آئے، جس میں اقتصادی ترقی چین کی اقتصادی ترقی کے برابر تھی، یعنی 10 فیصد تک پہنچ گئی تھی۔ 2012 میں ترکی کی اقتصادی ترقی دنیا کی تیز ترین معیشتوں میں سے تھی۔ عالمی سطح پر ترکی کی معیشت کو 17 ویں معیشت سمجھا جاتا ہے۔ مگر اردوان پورے اعتماد سے کہتے ہیں کہ بہت جلد ترکی کا شمار دنیا کی 10 نمایاں معیشتوں میں ہوگا۔ 2025 تک ہر شہری کی سالانہ آمدنی معاشی لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑے اقتصادی ملک کے شہریوں کی سالانہ آمدنی سے کم نہ ہوگی۔ دنیا بھر کے تقریباً تمام ممالک میں بے روزگاری دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ مگر اس کے برعکس ترکی میں روزگار کے مواقع دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ اس لیے یہاں تعلیم یافتہ نوجوانوں میں بے روزگاری کی سطح 15 فیصد سے 9 فیصد تک کم ہوگئی ہے اور کمی کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

ترکی کا بینکنگ سسٹم اتنا مضبوط ہے کہ بڑے بڑے اداروں کو دیوالیہ کرنے والا اقتصادی بحران ترکی کے بینکنگ سسٹم پر کوئی منفی اثر نہ ڈال سکا۔ ترکی میں پولی انفلاسیون 30 فیصد سے 7.4 تک گر گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ترکی میں مہنگائی کی سطح بہت کم ہوگئی ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ آئی ایم ایف کے نام سے یہودیوں کا عالمی مالیاتی ادارہ، جس نے سودی قرضے دے کر دنیا بھر کے تمام اسلامی ممالک کو یرغمال بنا رکھا ہے، ترکی بھی اس کا مقروض تھا۔ طیب اردوان نے اپنی وزارت عظمیٰ کے آخری دور کے اختتام تک آئی ایم ایف کے تمام قرضے ادا کر دیے تھے۔ جس کا حجم 23.5 کروڑ ڈالر تک پہنچ رہا تھا۔ انہوں نے ترکی کو اس قابل بنایا کہ اب آئی ایم ایف ترکی سے قرضہ مانگ رہا ہے۔ اردوان نے نہ صرف شہروں بلکہ مضافاتی اور دیہی علاقوں کی ترقی پر بھی بھرپور توجہ دی۔ اس لیے اس ملک کے زراعت نے بھی اتنی ترقی کرلی ہے کہ اس کے ذریعے سے قومی بجٹ کو ملنے والی آمدنی 62 کروڑ ڈالر سے بڑھ گئی ہے اور اب عالم اسلام کی نگاہوں کا مرکز ترکی بنتا دکھائی دے رہا ہے۔

سال 2013 اردوان کی جماعت "انصاف و ترقی پارٹی" کے لیے آزمائش سے بھرپور سال تھا۔ غازی پارک میں حکومت ایک بڑا پلازہ تعمیر کرنا چاہتی تھی۔ حکومت کے اس منصوبے کے مخالفین اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے یہ بہانہ تراشا کہ اس پلازے کی تعمیر سے شہر کی گنجانی میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔ انہوں نے حکومت کے خلاف بڑے بڑے مظاہرے کیے۔ تقسیم سکوائر کو "التحریر سکوائر" بنانے کی کوشش کی۔ مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ مغرب طیب اردوان اور ان کی تنظیم کی مسلمان دوستی اور اسلام پسندی برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ ہمدردی انہیں عثمانی خلافت کا وہ دور یاد دلاتی ہے، جب آدھے یورپ پر اُن کی حکومت تھی۔ ذرائع ابلاغ نے ان مظاہروں میں تیزی لانے کی بہت کوشش کی۔ مگر ترکی کے عوام اپنے صدر کی پشت پر اُن کے تعاون کے لیے کھڑے ہوگئے۔ بالآخر یہ مظاہرے ناکامی کا شکار ہوگئے۔ پھر دسمبر میں مغرب کی جانب سے بے انتہا دولت خرچ کرکے فتح اللہ گولن کی تحریک اٹھائی گئی، مگر وہ بھی ناکام ہوگئی۔ اس کے بعد دسمبر ہی میں اردوان کابینہ کے چند وزراء پر کرپشن میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا۔ اس وقت کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ اردوان کی حکومت بچ جائے گی۔ مگر عوام میں بے انتہا مقبولیت اور ان کی فراست کی بدولت اس آزمائش میں بھی کامیاب ہوگئے۔

کمال اتاترک سے طیب اردوان کے پہلے دور تک تمام امور میں فیصلوں کا اختیار فوج کے پاس ہوتا تھا۔ اردوان نے انتہائی بصیرت اور ہوشیاری سے انتظامی اور حکومتی معاملات میں فوج کا کردار تقریباً ختم کردیا۔ فوج کی ساری توجہ عسکری معاملات کی جانب مبذول کرادی۔ کہا جاتا ہے کہ ترکی کی تاریخ میں کمال اتاترک کے بعد اردوان ہی ترکی کا سب سے زیادہ مضبوط صدر ہوں گے کیوں کہ عوام کی جانب سے منتخب ہونے اور آئین میں تبدیلی کے بعد ترکی کے اقتدار اور سیاست کا محور و مرکز اردوان ہی ہوں گے۔ یقیناً ترکی کی موجودہ حالت اسرائیل، امریکا اور دیگر مغربی دنیا کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ مغرب نے 2013 اس نظام کو ختم کرنے کے لیے بہت کوششیں کیں۔ مگر اللہ کی مدد سے وہ ناکام ہوگئے۔ ترکی کے اندر اختلافات اور ہنگامے پیدا کرنے میں ناکامی کے بعد مغرب کی کوشش ہے کہ باہر سے ترکی کے لیے

مشکلات پیدا کر دی جائیں۔ اس لیے بہت چالاکی سے جنگ ترکی کی سرحدوں تک پہنچادی اور بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ ترکی "دولت اسلامیہ" کے جنگجوؤں کے خلاف اتحاد میں شامل ہو جائے۔ طیب اردوان کو اس اتحاد کے نقصانات کا خوب اندازہ ہے۔ اس لیے انہوں نے اتحاد میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ یہ بات تو مستقبل میں معلوم ہو گی کہ اس انکار پر اردوان مضبوطی سے قائم رہتے ہیں یا دباؤ کے مقابلے میں حوصلہ ہار کر اُن کا مطالبہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چند سال قبل "ڈائس" میں ایک کانفرنس کے دوران طیب اردوان نے اسرائیلی صدر شمعون پیریز کو فلسطینی بچوں کا قاتل کہا اور احتجاجا کانفرنس سے واک آؤٹ کر دیا۔ اس وقت میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں، میں نے طیب اردوان کے اس اقدام سمیت کئی دیگر مثبت اقدامات کو قابل ستائش قرار دیا تھا۔ لیکن میرا یہ موقف کئی مجاہد دوستوں کو پسند نہیں آیا تھا۔ ان کا کہنا تھا: "ایسے شخص کی تعریف کیوں کی جا رہی ہے، جو جارحیت پسند نیٹو کی صف میں کھڑا ہے اور ہمارے ملک پر حملہ آور ہے۔" میں اس اعتراض کو بجا قرار دیتا ہوں۔ جب ہمارا سگا بھائی صلیبیوں کی صف میں کھڑا ہو گا، تو ہم اُسے بھی صلیب کا پرچارک ہی سمجھیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اردوان کے دور کے ترکی میں اسلامی نظام کا نفاذ کیا گیا ہے۔ نہ میرا یہ دعوی ہے کہ انصاف و ترقی پارٹی کو اقتدار ملتے ہی ترکی میں اسلامی انقلاب آگیا ہے اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ یہاں سیکولرازم کے خلاف اعلان جہاد کیا گیا ہے۔ مگر یہاں بات نسبتا اچھائی اور برائی کی ہے۔ اب وہاں مساجد کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ مساجد عبادت سے آباد ہیں۔ کمال اتاترک کے دور میں ترکی نے خود کو کفر کے قریب کرنے کے لیے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ (نعوذ باللہ) "ہم نے ترکی سے خدا کا جنازہ نکال دیا ہے۔" مگر حالیہ صدر طیب اردوان کی ساری کوششیں ترکی کو مغرب کی غلامی سے نکالنے اور اسلامی دنیا کے قریب کرنے کے لیے ہیں۔ گزشتہ تیرہ سالوں میں انہوں نے اس حوالے سے جو اقدامات کیے ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ ہم نے موقع بموقع اپنی تحریروں میں ان اقدامات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس تحریر میں صرف شروع کے دنوں اور حالیہ دنوں کے چند اہم جرأت مندانہ اقدامات کا تذکرہ کریں گے۔

جب طیب اردوان اقتدار میں پہنچے تو اس وقت امریکا کی قیادت میں صلیبی اتحاد نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ افغانستان کو جارحیت کا شکار کیا۔ کسی بھی ملک نے امریکا سے تعاون کرنے سے انکار نہیں کیا، بلکہ ایک فون ملتے ہی بندوق پکڑ کر افغانستان کی راہ لی۔ مگر جب طیب اردوان کے اقتدار تک پہنچنے کے بعد امریکا نے 2003 میں عراق میں جارحیت کی، تو عراق پر حملے کے لیے اردوان سے بھی سپورٹ طلب کرتے ہوئے اڈوں کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے انتہائی جرأت سے یہ مطالبہ مسترد کر دیا اور اس بڑے جرم کے ارتکاب سے خود کو بچایا۔

جب غزہ پر اسرائیل نے حملے کیے تو اسلامی دنیا کے حکام نے شرمناک خاموشی اختیار کیے رکھی۔ مگر طیب اردوان نے بار بار اس وحشیانہ حملے کی مذمت کی اور اسے ہٹلر کے مظالم سے بڑا ظلم قرار دیا۔ پھر عرب رہنماؤں نے غزہ کے شہریوں کو کفن بھیجے، مگر اردوان نے غزہ کے زخمیوں کے علاج کے لیے ترکی سے مصر تک طیارے بھیجے۔ ان زخمیوں کو ترکی تک اس قدر اعزاز سے لایا گیا کہ استقبال کے لیے انقرہ ہوائی اڈے پر وزیر خارجہ داود اوغلو اپنی اہلیہ کے ساتھ آئے تھے۔

اخوان المسلمون کے کچھ قائدین، جنہیں ملک بدر کیا گیا ہے اور قطر میں ہجرت کے دن گزار رہے ہیں۔ قطر حکومت نے انہیں نکالنے کا فیصلہ کیا۔ کوئی بھی اسلامی ملک انہیں پناہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ طیب اردوان نے ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی اور پوری جرأت سے اعلان کیا کہ "اگر یہ لوگ ترکی آنا چاہتے ہیں، تو ہمارے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔"

دولت اسلامیہ کے خلاف حال ہی میں بننے والے اتحاد میں 10 ممالک شامل ہوئے ہیں۔ امریکا نے ترکی سے بار بار مطالبہ کیا کہ وہ اس اتحاد میں شامل ہو جائے، مگر طیب اردوان نے امریکی ناراضگی کی کوئی پروا نہ کی اور اب تک اس اتحاد میں شامل نہیں ہوئے۔

اس حوالے سے ترکی اور ترکی کے رہنماؤں کی اسلام پسندی اور ہمت و بلند فکری کا اعتراف کرنا انصاف کا تقاضا سمجھتا ہوں۔ اگر کسی بھائی کی رائے اس کے خلاف ہو تو اُن کی رائے رد کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ مگر میں اُمید رکھتا ہوں کہ میرے وہ بھائی بھی "حق و ناحق" کے اس فلسفے کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

افغانستان ستمبر 2014 میں

تحریر: احمد فارسی

ہم نے اس تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا ہے، جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ دشمن کے بھاری بھرکم نقصانات کے صحیح اعداد و شمار الامارہ اور دیگر ویب سائٹس پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ستمبر 2014 میں بھی افغانستان کی تاریخ میں اہم واقعات پیش آئے۔ اس ماہ کے دوران جان کیری کے ہاتھوں مشترکہ کٹھ پتلی انتظامیہ بھی وجود میں آگئی۔ نئی انتظامیہ نے جارحیت پسندوں کے شرم ناک معاہدے پر دستخط کرکے ملک کی عصمت و تقدیس کا مکمل اختیار جارحیت پسندوں کو دے دیا ہے۔

بیرونی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

ماہ ستمبر میں جارحیت پسندوں نے اپنے 6 فوجیوں کے ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے۔ اس اعتراف کے ساتھ 2014 میں تمام ہلاک ہونے والے جارح فوجیوں کی تعداد 65 تک پہنچ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں 13 سالوں کے دوران ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد 3475 ہوگئی ہے۔ جن میں 2348 امریکی اور 453 برطانوی اور دیگر اتحادی شامل ہیں۔ ذیل میں دی گئی معلومات سے پتہ چلتا ہے اس ماہ میں 20 سے زیادہ بیرونی فوجی مجاہدین کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ مگر مکار اور شکست خوردہ دشمن نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی لوگوں کو دھوکہ اور فوجیوں کو حوصلہ دینے کے لیے حقیقی اعداد و شمار پیش کرنے سے احتراز کیا ہے۔

داخلی دشمن کے نقصانات:

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات کے اعداد و شمار دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ ستمبر کے مہینے کے میں نیشنل آرمی، پولیس، جاسوس اداروں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے مجموعی طور پر سیکڑوں اہل کار مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔ یہاں کچھ واقعات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

یکم ستمبر بروز پیر اروزگان ضلع چار چینو میں ایک طالبان پولیس اہل کار دو کابلی اہل کاروں اور ایک کمانڈر کو آدھی رات میں قتل کرکے ہتھیاروں اور دیگر جنگی سامان کے ساتھ مجاہدین سے آن ملا۔

6 ستمبر بروز ہفتہ صوبہ غزنی کے محکمہ حج و اوقاف کے سربراہ کو اغوا کے ایک ہفتے بعد بازیاب کرالیا گیا۔ دو روز بعد قندہار میں "ارغستان قندہار" کے پولیس سربراہ فدائی حملے میں اپنے محافظوں سمیت ہلاک ہوگئے۔

15 ستمبر بروز پیر پکتیا ضلع چمکنی کے ضلعی گورنر کو مجاہدین نے زندہ گرفتار کرلیا اور بعد ازاں امارت اسلامیہ کے فیصلے کے مطابق اسے قتل کردیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ضلعی گورنر کا محافظ بھی اس واقعے میں ہلاک ہوگیا تھا۔ ایک اور واقعے میں بروز جمعرات اروزگان ضلع چار چینو میں ایک اربکی نے اربکیوں کے کمانڈر سمیت 4 اہل کاروں کو ہلاک کردیا اور خود بحفاظت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد جوزجان ضلع آقچہ میں اربکیوں کا ایک اہم کمانڈر ہلاک ہوا۔ صوبہ جوزجان کے پولیس سربراہ نے بھی اس واقعے کا اعتراف کیا اور مزید بتایا کہ مذکورہ کمانڈر اس علاقے میں مجاہدین کی نقل و حرکت کی نگرانی کا ذمہ دار تھا۔

25 ستمبر بروز بدھ غزنی کے اٹارنی جنرل مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ نے اس صوبے میں ٹرانسپورٹ کے سربراہ کے ہلاکت کی خبر دی۔ اس ماہ میں اس صوبے میں کم از کم چار اعلیٰ افسران مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔

خیبر آپریشن:

خیبر آپریشن اب بھی اپنی پوری قوت سے جاری ہے۔ جس نے دشمن کو شدید گھبراہٹ کا شکار کردیا ہے۔ ستمبر کے مہینے میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ پر سیکڑوں حملے ہوئے ہیں۔ یہاں نمونے کے لیے کچھ واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

2 ستمبر بروز منگل ذرائع ابلاغ نے جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں پر مجاہدین کی جانب سے شدید حملوں کی خبریں دیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ وزارت دفاع کے ایک اعلیٰ افسر نے جرمنی کے ڈی پی اے کو نام نہ بتانے کی شرط پر بتایا کہ پنج شیر اور بامیان کے علاوہ ملک کے تمام صوبوں میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف طالبان کی جنگ جاری ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ چند ماہ کے دوران کئی اضلاع فتح کیے اور ان پر مکمل قبضہ کیا ہے۔ مذکورہ ادارے کے مطابق کٹھ پتلی انتظامیہ کے کچھ حکام نے کہا ہے کہ بیرونی فوجیوں کے انخلا نے مجاہدین کو مضبوط کردیا ہے۔ اب یہ لوگ پوری قوت سے شدید حملے کررہے ہیں۔ رپورٹ میں عینی شاہدین کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ مجاہدین نے اپنے زخمیوں کے لیے موبائل کلینکس کا انتظام کررکھا ہے۔ اسی طرح کٹھ پتلی انتظامیہ کے وزیر داخلہ نے التماسیہ لہجے میں بیرونی آقاؤں سے کہا ہے: اگر ان کا فضائی فوجی تعاون نہ کیا گیا تو اور بھی کئی اضلاع مجاہدین کے قبضے میں چلے جائیں گے۔ اسی طرح خبر میں وزارت دفاع کے اعلیٰ حکام کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ ہر ہفتے سو سے زیادہ فوجی جنگ میں ہلاک ہوتے ہیں۔

خیبر آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے 4 ستمبر کو صوبہ غزنی پر ایک بڑا

حملہ کیا، جس میں درجنوں پولیس، سیکورٹی افسران اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے کارکن ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اس حملے میں دشمن کو بھاری نقصان پہنچا۔

10 ستمبر بروز بدھ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے پروان ضلع بگرام میں فوجی اڈے پر راکٹ حملے کیے۔ جس میں درجنوں بیرونی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے اور اڈے کو شدید نقصان پہنچا۔ کہا گیا ہے کہ کئی طیارے بھی تباہ ہوئے ہیں۔ بیرونی فوجیوں کے فوجی اڈوں خصوصاً بگرام کے مرکزی اڈے پر مجاہدین کے راکٹ حملوں نے دشمن کو شدید خوف زدہ کر دیا ہے۔ خوف زدہ دشمن اپنے تمام تر سیکورٹی انتظامات کے باوجود مجاہدین کے راکٹ حملوں کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

17 ستمبر بروز بدھ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دارالحکومت کابل کے قلب میں امریکی سفارت خانے کے قریب جارحیت پسندوں پر ہلاکت خیز فدائی حملہ کیا۔ جس میں 4 بیرونی فوجی ہلاک اور کئی گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ کابل کے واقعے کے بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے تورخم کے علاقے میں بیرونی فوجیوں کے رسد فراہمی کے اڈے پر تباہ کن حملہ کیا۔ جس میں 197 ٹینکر آگ کا ایندھن بن گئے اور بیرونی اور داخلی دشمن کے 12 فوجی ہلاک ہوگئے۔ دشمن نے بھی اس واقعے کا غیر حقیقی اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ان کے 58 آئل ٹینکر تباہ ہوئے ہیں۔

25 ستمبر کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک بار پھر ضلع بگرام میں جارحیت پسند دشمن کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک اور اس میں سوار 5 فوجی ہلاک ہوگئے۔ ضلعی حکام نے بھی اس حملے کی تصدیق کرتے ہوئے تفصیلات بتانے سے گریز کیا ہے۔

دشمن کے نقصانات:

جارحیت پسند اور صلیبی دشمن کو آغاز کے بعد سے ہر ماہ کے گزرنے کے ساتھ کئی ملین ڈالرز کا نقصان پہنچتا ہے۔ ہر ماہ مجاہدین کی جانب سے ان کے ہیلی کاپٹروں کو تباہ کیا جانا، سیکڑوں ٹینکوں کی تباہی اور بڑے بڑے عسکری اڈوں پر راکٹ حملے، یہ سب ایسے واقعات ہیں جس نے دشمن کی نیند حرام کر دی ہے۔ ستمبر کے مہینے میں مجاہدین نے سیکڑوں مختلف النوع حملے کیے ہیں۔ جس میں سیکڑوں کی تعداد میں گاڑیاں اور ٹینک تباہ ہوگئے۔ 7 ستمبر بروز اتوار ننگرہار ضلع غنی خیل اور مومند درہ میں مجاہدین کے مختلف حملوں میں کم از کم 16 رسد فراہمی کے ٹینکر اپنی ہی آگ میں جل کر خاکستر ہوگئے۔ ایک ہفتے بعد 14 ستمبر بروز اتوار اروزگان ضلع گیزاب میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین کے حملے میں تباہ ہوگیا۔ دشمن نے صرف ہیلی کاپٹر کی ہنگامی لینڈنگ کا اعتراف کیا۔ جب کہ ذرائع ابلاغ نے صرف 8 افراد کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا۔

عوامی نقصانات:

جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں نے مجاہدین کے خلاف جنگ میں شکست کھانے اور بے انتہا جانی ومالی نقصانات اٹھانے کے بعد اس کا انتقام بے گناہ عوام سے لینا شروع کر دیا۔ اس جنگ کے دوران کئی سالوں سے ہزاروں ہمارے مظلوم شہری ان کی انتقامی کارروائی کا نشانہ بنے ہیں۔ اس ماہ میں بھی بیرونی فوجیوں اور داخلی کٹھ پتلیوں نے درجنوں شہریوں کو شہید اور زخمی یا گرفتار کیا ہے۔ ستمبر کے مہینے میں عوام کو اذیتیں پہنچانے کے واقعات میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔

2 ستمبر کو پولیس اور اربکیوں نے ننگرہار ضلع غنی خیل میں لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی اور مالی نقصانات کے ساتھ کم از کم 95 عام افراد کو بھی اپنے ساتھ گرفتار کر کے لے گئے۔

7 ستمبر بروز پیر صوبہ فراہ کے ضلع "پشت رود" میں نیشنل آرمی نے کم از کم 5 عام افراد کو بلاوجہ شہید اور زخمی کر دیا۔ جس میں 2 افراد ہلاک اور 3 زخمی ہوگئے۔ یہ افسوس ناک واقعہ ایک فضائی حملے کے نتیجے میں پیش آیا۔ اس واقعے کے دو روز بعد 10 ستمبر بروز چہار شنبہ جارحیت پسندوں نے 14 عام افراد کو کنڑ ضلع نرنگ میں شہید کر دیا۔ کہا جاتا ہے اس فضائی حملے میں 14 شہداء کے ساتھ اتنے ہی مزید افراد زخمی بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ 4 گھر تباہ ہوگئے۔

29 ستمبر بروز پیر جارحیت پسندوں نے ہلمند ضلع کجکی میں ایک کارروائی میں 120 دکانیں اور جامع مسجد کو بموں سے تباہ کر دیا گیا۔ ان دھماکوں میں خواتین اور بچوں سمیت 12 افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کے ایک روز بعد 30 ستمبر کو جارحیت پسندوں نے ہلمند ضلع گریشک میں آپریشن اور بم باریاں کیں، جس میں 4 کابلی فوجی ہلاک ہوگئے۔ مختلف ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق ستمبر کے مہینے میں خواتین اور بچوں سمیت کم از کم 86 عام افراد شہید اور 16 زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ 108 افراد گرفتار اور پس دیوار زنداں بھیج دیے گئے۔

حقائق کا ادراک اور مجاہدین میں شمولیت:

جارحیت پسند دشمن نے جب افغانستان پر جارحیت کی، تو کچھ لوگ ان کے ساتھ مل گئے۔ اب وہ لوگ حقیقت کے ادراک کے بعد اپنے مجاہدین بھائیوں کے پاس واپس آرہے ہیں۔ یہ افراد ایسے حالات میں مجاہدین بھائیوں سے ملتے ہیں، جب وہ اپنے ہاتھوں بیرونی یا اندرونی دشمن پر فائرنگ کر کے کئی اہل کاروں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور پھر فاتحانہ انداز سے مجاہدین آملتے ہیں۔ 13 ستمبر بروز ہفتہ قندھار ضلع خاکریز میں 6 اربکی مجاہدین سے مل گئے۔

17 ستمبر بروز بدھ ہرات میں نیشنل آرمی کے ایک اہل کار نے ایک امریکی کمانڈو اور 7 داخلی کمانڈوز کو ہلاک کر دیا۔ 207 فوجی چھاؤنی کے کمانڈر نے اس واقعے کا اعتراف کیا اور مزید کہا: اس حملے میں ایک امریکی اور ایک افغان فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ جب کہ مذکورہ فوجی جوابی فائرنگ میں شہید ہوگیا۔ گزشتہ ماہ اسی طرح کے کابل کے عسکری اڈے میں پیش آنے والے واقعے میں ایک بلند رتبہ امریکی جنرل قتل اور ایک جنرل زخمی ہوگیا۔

18 ستمبر بروز جمعرات ایک اور فوجی نے اروزگان ضلع چارچینو میں ایک اہل کار چوکی پر موجود کابلی کمانڈر اور 4 دیگر فوجیوں کو ہلاک کر کے بحفاظت

مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ مجموعی طور پر ستمبر میں 339 افراد کٹھ پتلی انتظامیہ کے مختلف اداروں سے الگ ہو کر مجاہدین میں شامل ہو گئے ہیں۔ جس کی تفصیلی معلومات امارت اسلامیہ ، دعوت وارشاد جلب وجذب کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ممکنہ جنگ کے خوف سے فرار:

افغانستان پر جارحیت کو تقریبا ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ جارحیت پسندوں نے داخلی کٹھ پتلیوں کو تربیت کے لیے بیرونی ممالک کی جانب بھیجنا شروع کر دیا۔ تاکہ وہاں فوجی تربیت پاکر افغان عوام کے خلاف لڑنے میں کام آسکیں اور انہیں صلیبی فوجیوں کی جانب سے دی گئی تربیت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کام آئے۔ مگر اب ہم نے ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ مغرب میں یہ زیر تربیت فوجی تربیت گاہوں سے فرار ہورہے ہیں اور مغربی ممالک میں چھپنے کی کوشش کررہے ہیں۔ نیٹو کانفرنس لندن میں امریکی وزیر دفاع کی آمد کے موقع پر جس فوجی کو پرچم اٹھانے کی ڈیوٹی دی گئی تھی اس نے پرچم ایک طرف پھینک دی اور بھاگ کر لندن پولیس سے پناہ طلب کرنے لگا۔ اس شرم ناک واقعے کو کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ 22 ستمبر کو امریکا کی ایک فوجی اکیڈمی سے وزارت دفاع کے 3 اہل کار فرار ہوگئے۔ جنہیں چند دن تک غائب رہنے کے بعد کینیڈا کی سرحد کے قریب گرفتار کیا گیا۔ اس طرح کے واقعات ایسے حالات میں پیش آرہے ہیں کٹھ پتلی انتظامیہ میں کرپشن اور فساد اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے اور یہ فروخت شدہ غلام اگرچہ خود کو ملک کے خدمت گار کہتے ہیں، مگر سب سے زیادہ یہی لوگ صلیب کی خدمت کرتے ہیں۔

جان کیری کا مشترکہ حکومت کا اعلان:

انتخابات کے نام پر برپا نمائشی ڈرامے کے دو مرحلے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ جارحیت پسند دشمن نے افغان عوام کو دھوکہ دینے کے لیے انتخابات کی کامیابی کے لیے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا بھی کیا اور لوگوں کو زور زبردستی سے ووٹ ڈالنے پر مجبور بھی کیا گیا، جن میں سے کچھ لوگوں سے دو دو بار ووٹ ڈلوایا گیا۔ اس کشمکش اور ہنگامے کا مقصد عوام کو اپنی مسلط کردہ جمہوریت پر قائل کرنا تھا۔ مگر ان نام نہاد رہنماؤں نے خود جمہوری نتائج اور انتخابات کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ایک دوسرے پر چوری اور دھاندلی کے الزامات لگاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے آقا اوباما کی جانب سے جان کیری کو یہاں آنا پڑا۔ اسے فریقین کی کامیابی اور مشترکہ حکومت کے قیام کا اعلان کرنا پڑا۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہو رہا ہے کہ انتخابات میں شریک فریقین کی کامیابی کا اعلان کیا جارہا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو خائن، ملت فروش اور کٹھ پتلی کہنے کے بعد ذاتی مفادات کی خاطر ایک بار پھر سب کچھ بھول بھال کر کرسی کی خاطر اقتدار کی بندر بانٹ پر راضی ہو گئے ہیں۔ امریکی غلاموں نے 22 ستمبر بروز پیر اقتدار کی خاطر چھ ماہ سے جاری لڑائی بظاہر چھوڑ دی اور مشترکہ انتظامیہ میں اقتدار کی تقسیم پر رضامندی ظاہر کردی۔ امارت اسلامیہ نے پہلے کی طرح اس بار بھی شریعت اور قانون کی رُو سے اس بندر بانٹ کو قابل قبول قرار نہیں دیا۔ امریکی ڈرامے اور مشترکہ حکومت سازی کے نتیجے میں جو صورت حال سامنے آئی ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ محض افغان عوام کو دھوکہ دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس شرم ناک معاہدے کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ 29 ستمبر بروز پیر اشرف غنی احمد زئی نے غلامی کا طوق پہنا اور جارحیت پسندوں کے مفادات کے تحفظ اور ان کی غلامی پر وفاداری کا حلف اٹھایا۔

دوستانہ حملے:

دوستانہ حملوں کے سلسلے میں پہلے بھی سیکڑوں کٹھ پتلی فوجی زمینی اور ہوائی حملوں میں ہلاک اور زخمی ہوگئے ہیں۔ 23 ستمبر بروز پیر خارجی جارحیت پسندوں نے میدان وردگ ضلع نرخ میں ایک فضائی حملے میں 7 اربکیوں اور 2 کمانڈروں کو قتل کردیا۔

نفرت اور بیزاری:

خارجی جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں کی وحشت اور دہشت اس بات کا باعث بن گئی ہے کہ لوگ ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کردیں۔ اس سے قبل بھی کئی بار مظاہروں اور ریلیوں میں دشمن کے خلاف ردعمل کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس بار بھی 23 ستمبر کو غزنی ضلع قرہ باغ میں عام لوگوں نے اربکیوں کے مظالم اور وحشتوں کے خلاف ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اربکیوں نے ان کے گھروں پر ناجائز قبضے کیے ہیں اور انہیں مورچوں میں تبدیل کردیا ہے۔

سیکورٹی قرارداد پر دستخط:

اشرف غنی نے حلف برداری کی تقریب کے بعد اسلام دشمن اور معروف کمیونسٹ شخصیت حنیف اتمر کو اپنا سیکورٹی مشیر متعین کیا ہے۔ اس کے ایک روز بعد 30 ستمبر کو افغانستان کے حوالے سے انتہائی شرم ناک فیصلہ کیا، جس میں ملک کی ناموس اور عزت کے سودے پر دستخط کیے گئے۔ اشرف غنی نے اس معاہدے کے بدلے کرسی حاصل کی۔ جناب صدر صاحب اس سے پہلے بھی روسی آقاؤں کے ساتھ ایسے غیر قانونی اور ناروا معاہدے کرنے کی ایک تاریخ رکھتے ہیں۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ ایسے شرم ناک معاہدے پر دستخط کے وقت علماء کے نام پر کچھ ایسے خود فراموش چہرے بھی تماشا دیکھ رہے تھے، جن میں گیلانی، مجددی اور دیگر لوگ شامل تھے۔

امن معاہدے کے اولین سوغات:

ایک جانب ضمیر فروشوں اور وطن کے سوداگروں نے اپنے غلامی کے معاہدے پر دستخط کیے تو دوسری جانب اس واقعے کے چند گھنٹوں بعد امریکی ڈرون طیاروں نے پہلی سوغات کے طور پر خوست ضلع علی شیر میں عام لوگوں پر بم باری کی، جس میں چار بے گناہ مظلوم باشندوں کو شہید کرکے اپنی کامیابی کا جشن منایا۔ اور افغان عوام کو دکھا دیا کہ اب انہیں ہر طرح کی وحشت اور دہشت کا پورا اختیار حاصل ہے۔ کیوں کہ انہیں یہ اختیار آپ کے وطن کے ضمیر اور وطن فروشوں نے دیا ہے۔

۞۞۞

جنگی جرائم

سال رواں کے ستمبر میں ستم گروں نے ظلم واستبداد اور جبر وستم کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔ 2 ستمبر 2014ء کو صوبہ ننگرہار ضلع غنی خیل کے حلقہ 27،28 اور 29 میں پولیس اور اربکی ملیشیا نے بلا وجہ چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران مکینوں کو بھاری مالی نقصان پہنچایا اور 95 افراد کو حراست میں لیا۔ اسی دن صوبہ زابل کے ضلع میزان کے علاقے "شملزی" میں پولیس نے ایک بے گناہ شخص کو شہید کر دیا۔

3 ستمبر کا دن بھی ایسی ہی دردناک کہانی سناتا ہے۔ قندہار ضلع خاکریز کے علاقے "دلام" میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران 5 افراد کو بلا جرم حراست میں لیا۔ جب کہ 5 ستمبر کے دن صوبہ پکتیکا ضلع گیان کے علاقہ "روضی" میں قابض افواج کی بم باری سے 5 افراد شہید ہوگئے۔ اسی روز صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے "سروغونڈ" میں ایک چرواہا "جلیل ولد شادی خان" نیٹو افواج کے ڈرون حملے میں شہید ہو گیا۔

6 ستمبر بھی کچھ مختلف نہیں رہا۔ صوبہ لغمان ضلع بادپش کے علاقہ "تودہ چینہ" میں افغان آرمی کے اہل کاروں نے ایک بارہ سالہ معصوم بچے کو شہید کر دیا۔

7 ستمبر کو ظلم کی ایک نئی کہانی نے جنم لیا۔ صوبہ زابل ضلع شاہ جوئی کے علاقے "چینو" میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے تین معصوم بچوں "نوراللہ، سعیدالرحمن اور حضرت محمد" پر تشدد کر کے شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ ننگرہار ضلع سپین غر کے مقام "اچین" میں افغان اہل کاروں نے چھاپہ مار کر بغیر کسی وجہ کے مقامی لوگوں پر گھر انتشدد کیا گیا۔ جس سے ایک شخص شہید اور تین زخمی ہو گئے۔

8 ستمبر کا دن تو آرام ہی سے گزر گیا لیکن 9 تاریخ کو قندہار ضلع شاولیکوٹ کے علاقے "جنگل" میں قابض افواج کی بم باری سے خانہ بدوشوں کے دو افراد شہید ہوگئے۔

10 ستمبر کو صوبہ کنڑ ضلع نرنگ کے علاقے "باڈیل وادی" میں قابض افواج نے وحشیانہ بم باری کر کے بچوں سمیت چودہ افراد کو شہید اور 13 کو زخمی کر دیا۔ کنڑ کے گورنر شجاع الملک نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا: بمباری سے بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں ہیں۔ ان کے مطابق اس بم باری میں دس افراد شہید اور بارہ زخمی ہوئے۔

11 ستمبر کو صوبہ میدان وردگ ضلع چک کے علاقے "سبکہ" میں قابض افواج اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران تین افراد "حبیب اللہ، ماسٹر خیلی اور ان کے معصوم بیٹے" کو شہید کر دیا۔ ان کے گھروں کے دروازوں کو بموں سے اڑا دیا۔ جب کہ اسی علاقے میں ایک پٹرول پمپ اور چار دکانوں کو نذر آتش کر دیا۔

12 ستمبر کو قابض افواج نے قندہار ضلع خاکریز کے علاقے "چینارتو" میں چھاپہ مارنے کے بعد فضائی حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں پانچ بے گناہ شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن قندہار ضلع ارغستان کے علاقہ "پیتاوی" میں پولیس نے ایک دکان کو لوٹ لیا اور شہریوں کی چار موٹر سائیکلوں کو جلا دیا۔ اسی طرح کامیان گاؤں میں ایک شخص کو شہید کر دیا گیا۔

14 ستمبر کو صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے قریب پولیس نے ایک معمر شخص "حاجی فیض محمد" کو جرم ضعیفی کی پاداش میں شہید کر دیا۔ اسی دن قابض افواج نے صوبہ نورستان ضلع واما میں ایک گھر پر بمباری کی جس کے نتیجہ میں چار معصوم افغان شہری شہید ہوگئے۔

15 ستمبر کو قندہار ضلع میوند کے علاقے "کلا نکیچی" میں افغان فوجیوں نے تین راہ گیروں کو حراست میں لیا۔ ان کے ہاتھ باندھ کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں وہ تینوں شہید ہوگئے۔ اسی روز ظلم کی تاریخ کو قابض افواج اور افغان اہل کاروں نے مزید افسوس ناک بنانے کے لیے قندہار ضلع میوند کے مقام "بند تیمور" میں مشترکہ کارروائی کے دوران ایک معمر شخص اور دو بچوں کو حراست میں لیا۔ جب کہ بے گناہ اور غریب شہریوں کی تین گاڑیوں اور 9 موٹر سائیکلوں کو آگ لگادی۔

16 ستمبر کو صوبہ لغمان ضلع علیشنگ کے علاقے "چاناک" اور "اوزبین" کے درمیانی پہاڑ پر قابض افواج نے بم باری کر کے بارہ افراد کو شہید کر دیا۔ اسی روز حکومتی حمایت یافتہ غنڈہ ملیشیا نے صوبہ زابل ضلع سیوری کے علاقے "کاٹلی" میں ایک چرواہے کو بلاجرم شہید کر دیا۔

17 ستمبر کو قابض افواج کی بم باری میں صوبہ پکتیا کے ضلع زازئی اریوب میں ایک شہری شہید اور دو زخمی کر دیے گئے۔

اس سے اگلے دن 18 ستمبر کو قابض افواج نے صوبہ پکتیکا ضلع نکہ کے علاقے "صدقو" اور "توری خیل" میں سرچ آپریشن کیا۔ گھر گھر تلاشی لینے کے دوران مکینوں کو بھاری بھر کم مالی نقصان پہنچایا اور اس دوران پانچ افراد کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔ اسی دن صوبہ ہرات ضلع رباط سنگی کے مضافات میں افغان اہل کاروں نے فائرنگ کر کے ایک عورت اور ایک معصوم بچے کو شہید کر دیا۔

21 ستمبر کو صوبہ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں قابض افواج اور افغان فوج نے مشترکہ کارروائی کے دوران دو افراد "عبدالصمد اور محمد رسول" کو اپنے گھروں سے نکال کر شہید کر دیا۔ بقیہ صفحہ نمبر 6 پر ملاحظہ فرمائیں

ذی الحجۃ کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	82	1			124	44	37	5	3	1
-2	ہلمند	166	4			327	209	70	8	18	3
-3	غزنی	39				50	30	3	0	0	
-4	خوست	28				25	15	8	0	0	
-5	نورستان	6				17	7	0	0	0	
-6	میدان وردگ	70	1			108	59	37	1	5	1
-7	کونڑ	56				70	54	9	1	0	
-8	پکتیکا	31				41	28	10	1	5	
-9	زابل	129				161	60	44	1	6	
-10	لوگر	59		21	7	102	48	15	0	3	
-11	کاپیسا	26				39	27	9	0	0	
-12	روزگان	40				89	42	18	1	3	
-13	پکتیا	40	1			76	40	13	4	0	1
-14	فراہ	26				72	40	6	3	6	
-15	کابل	22	5	3	7	79	12	9	4	0	2
-16	ننگرہار	123				104	141	20	2	10	
-17	لغمان	25				14	17	7	0	0	
-18	ہرات	21		3		31	2	5	1	1	
-19	نیمروز	18				33	14	3	4	5	
-20	بادغیس	7				7	3	2	0	0	
-21	قندوز	55				89	85	14	1	10	
-22	بغلان	22				19	35	6	2	3	
-23	فاریاب	31				39	41	17	3	1	
-24	غور	5				4	2	3	2	4	
-25	پروان	16				3	4	5	0	0	
-26	تخار	7				8	8	0	0	0	
-27	سمنگان	2				6	4	2	0	0	
-28	بدخشان	4				7	6	2	0	1	
-29	بامیان										
-30	بلخ	4	1			4	3	1	0	0	
-31	جوزجان	9				10	15	1	0	1	
-32	دائی کنڈی	15				22	18	0	3	1	
-33	سرپل	5				69	14	11	0	1	
-34	پنج شیر	1				3	5	0	0	0	
مجموعہ		1190	12	27	14	1852	1132	387	47	87	8

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- پکتیکا میں ایک ڈرون طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین
ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

افغان مجاہد عوام الحمد للہ اب حقائق کا خوب ادراک کر چکی ہے، وہ تمھاری سازشوں کا کبھی شکار نہ ہو گی۔ ہم ان تمام لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں جو جارحیت پسندوں کی حمایت کرتے ہیں یا نادانستہ ان کی صفوں میں کھڑے ہیں کہ اپنے ہزاروں ساتھیوں کی طرح کفار کے تعاون سے دستبردار ہو جائیں!، امارت اسلامیہ کے دروازے ہر وقت ان کے لیے کھلے ہیں۔ کفار کی صف میں مر کر اپنا دین و دنیا تباہ کرنے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اپنی عوام کے شانہ بشانہ مزاحمت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ تاکہ زندگی اور موت "دونوں "سب کے لیے باعث فخر ہوں۔

ہم اپنے مجاہدین سے التماس کرتے ہیں کہ علماء کرام، قومی رہنماؤں، بزرگوں اور معززین کے توسط سے نیشنل آرمی، پولیس اور اربکیوں (قبائلی لشکر) کے اہلکاروں کو سمجھائیں تاکہ وہ جارحیت پسندوں کی صفوف سے نکل کر عوامی صفوں میں آجائیں، اور آزادی اور اسلامی نظام کے قیام کی قابلِ فخر تاریخ میں شریک ہو جائیں۔

اے مومن ہم وطنو!

امارت اسلامیہ افغانستان تمام افغانوں کو یقین دلاتی ہے کہ وہ وطن کی آزادی اور ایک خود مختار اسلامی نظام ،جس میں افغانستان کے تمام طبقات کی نمائندگی شامل ہو گی، کے قیام کے لیے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ عوام کی خوشحالی، ترقی اور اجتماعی انصاف، بلا کسی تفریق کے اہل افراد کو ذمہ داری سونپنا ہماری پالیسی کے بنیادی نکات ہیں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year   November 2014

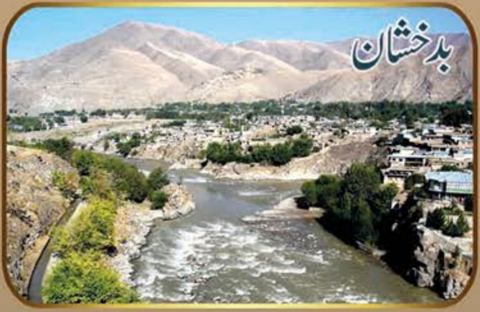

افغانوں کا خوبصورت ملک جو معاہدے کے نام پر امریکا کو بے دام بیچ دیا گیا۔

دہقان و کشت و جوئے و خیابان فروختند   قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

(علامہ اقبالؒ)